دعا کی قبولیت کیسے؟

تالیف

فضیلۃ الشیخ عبد اللہ الخضری حفظہ اللہ

الکتاب انٹرنیشنل

جامعہ نگر، نئی دہلی ۱۱۰۰۲۵

دُعا کی قبولیت کیسے؟



نام کتاب : دعا کی قبولیت کیسے؟
تالیف : فضیلۃ الشیخ عبداللہ الخضری حفظہ اللہ
صفحات : 112
تعداد : گیارہ سو
قیمت : =/50 پچاس روپے
ناشر : الکتاب انٹرنیشنل جامعہ نگر، نئی دہلی-۲۵

ملنے کے پتے:
۱- مکتبہ ترجمان 4116 اردو بازار، دہلی-۶
۲- الہدی پبلیکیشنز اردو بازار، دہلی-۶
۳- القرآن پبلیکیشنز میسومہ بازار، سری نگر، کشمیر
۴- دارالمعارف محمد علی بلڈنگ، بھنڈی بازار، ممبئی
۵- الاثر اسلامک سینٹر، حیدرآباد
۶- مکتبہ نعیمیہ صدر بازار، مئو، یو-پی

دُعا کی قبولیت

کیسے؟

آدابِ دُعا اور اسلوبِ دُعا
پر ایک تحقیقی کتاب

تالیف
فضیلۃ الشیخ عبداللہ الخضری حفظہ اللہ

ترجمہ: محمد رفیع مفتی

الکتاب انٹرنیشنل جامعہ نگر
نئی دہلی ۱۱۰۰۲۵

بسم الله الرحمن الرحیم

فہرست مضامین

❀ ❀ ❀

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ دَاخِرِينَ

(المومن ۴۰/۶۰)

اور تمہارے پروردگار نے فرمایا ہے کہ تم مجھ سے دعا کرو
میں تمہاری دعا قبول کروں گا، یقیناً جو لوگ غرور میں آکر
میری عبادت سے روگردانی کرتے ہیں، وہ عنقریب
ذلیل وخوار ہوکر جہنم میں داخل ہوں گے۔

وَأَفْنِيَةُ الْمُلُوكِ مُحَجَّبَاتٌ
وَبَابُ اللّٰهِ مَبْذُوْلُ الْفِنَاءِ
فَمَا أَرْجُوْا سِوَاهُ لِكَشْفِ ضُرِّيْ
وَلَا أَفْزَعُ إِلٰى غَيْرِ الدُّعَاءِ
وَلَا أَدْعُوْا إِلَى اللَّأْوَاءِ كَهْفًا
سِوٰى مَنْ لَا يَصُمُّ عَنِ الدُّعَاءِ

بادشاہوں کی چوکھٹوں پر دربان متعین ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ کا دروازہ دربانوں سے بے نیاز ہر وقت وا ہے۔ میں مشکل کشائی کے لیے اُس کے سوا کسی سے اُمید رکھتا ہوں نہ مشکلات میں سوائے دُعا کے کسی چیز کا سہارا لیتا ہوں۔ میں مصائب سے چھٹکارے کے لیے غار میں چھپنے کی بجائے اس ذات کو پکارتا ہوں جو دُعائیں سُننے سے ہرگز قاصر نہیں ہے۔

عرض ناشر

اسلامی علوم کے ذخیرے میں مسنون دعاؤں کے بہت سے مجموعے کثرت سے شائع ہوئے ہیں' لیکن ان میں فلسفۂ دعا اور آداب و شرائط دعا پر بہت کم کتابیں دکھائی دیتی ہیں۔ چند ایک کتب جو اس موضوع پر لکھی گئی ہیں' ان میں بھی زیادہ تر عربی زبان میں لکھی ہوئی ہیں۔ اردو زبان کے دامن میں' اس موضوع پر بہت محدود تحریریں دکھائی دیتی ہیں۔ اسی خلا کو پر کرنے کے لیے ''دارالسلام'' نے عالم عرب کے ممتاز سکالر عبداللہ الخضری کی کتاب کو اردو کا جامہ پہنانے کی کوشش کی ہے۔ جو فلسفہ دعا' اس کے آداب و شرائط اور دیگر متعلقہ موضوعات پر ایک مختصر مگر جامع کتاب ہے۔

دعا ایک عظیم عبادت ہے۔ خالق کائنات اور مخلوق کے درمیان رابطے کے بہت سے ذرائع اور وسائل ہیں' جن میں سے ایک مؤثر ذریعہ دعا ہے۔ دعا کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی قربت نصیب ہوتی ہے اور ایک انسان اپنے آپ کو عافیت اور حفاظت کے ایک عظیم حصار میں محسوس کرتا ہے۔ دعاؤں کے الفاظ' آداب اور اسالیب حق تعالیٰ نے خود سکھائے ہیں۔ سیدنا آدم علیہ السلام کی تخلیق اور ان کو زمین میں بھیجنے کے قصے میں دعا ایک اہم عنصر اور عامل کے بطور دکھائی دیتی ہے۔ دعا ایک عظیم روحانی عبادت ہے جس میں انسان اپنے مالک کی قوت کا اعتراف کرتا ہے۔ اسے مالک الملک اور احکم الحاکمین تسلیم کرتا ہے۔ اس اعتراف و تسلیم سے حق تعالیٰ کی عظمت و ہیبت' آدمی کے دل و دماغ پر نقش ہو جاتی ہے۔

کتاب و سنت کا مطالعہ کیا جائے' تو معلوم ہوتا ہے کہ دعا کے ایک معنی عبادت کے ہیں۔ اس کے ایک دوسرے معنی مدد اور استعانت کے بھی ہیں۔ اس کا تیسرا مفہوم سوال کرنے یا مانگنے سے وابستہ ہے۔ اس کا چوتھا پہلو ندا' پکار' فریاد اور آواز بلند کرنے کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ اس کا ایک پانچواں مطلب ثنا اور تعریف کا بھی ہے۔ یوں دعا مانگنے میں عموماً یہ پانچوں

مفہوم شامل ہوتے ہیں۔

پیش نظر علمی کاوش کا ترجمہ ''دعا کی قبولیت کیسے؟ آداب دعا اور اسلوب دعا پر ایک تحقیقی کتاب'' کی صورت میں ہدیۂ قارئین ہے۔ اس مختصر مگر جامع کتاب میں ایک فاضلانہ مقدمے کے علاوہ گیارہ مختصر یا متوسط ابواب ہیں۔

- پہلے باب میں دعا کو ایک عظیم عبادت کے بطور پیش کیا گیا ہے۔
- دوسرے باب میں دعا کی شرائط پیش کرتے ہوئے اس میں اخلاص' جلد بازی سے ممانعت' بھلائی کی دعا' حضورِ قلب اور پاکیزہ اور حلال رزق کی طلب پر توجہ دلائی گئی ہے۔
- تیسرے باب میں دعا کے آداب بیان کرتے ہوئے' حمد و ثنا کو بیان کرنا' صفاتِ حسنہٗ اللہ سے حسنِ ظن' اعترافِ گناہ' مصمم ارادہ' بددعا میں شدت اختیار نہ کرنا' دعا کے الفاظ کو تین مرتبہ دہرانا' دعا کے لیے جامع کلمات کا استعمال' دعا کو اپنے سے شروع کرنا اور دعا کے مستحب اوقات پر مفید اشارات ہیں۔
- چوتھے باب میں قبولیتِ دعا کے مبارک اوقات کی تفصیل ہے' جس کے مطابق رات کا پچھلا پہر' اذان اور اقامت کے درمیان کا وقت' حالت نماز اور سجدے میں دعائیہ الفاظ کا استعمال' نمازوں کے بعد مسنون دعائیں' اذان اور جنگ کی سختی کے موقع پر دعا کرنا' جمعہ کے دن ایک خاص گھڑی میں دعا' یوم عرفہ کے موقع پر دعاؤں کی اہمیت' مرغ کی اذان سن کر دعا کرنا' میت جب نزع کے عالم میں ہو تو اس وقت دعا کرنا۔ لیلۃ القدر میں دعاؤں کی فضیلت اور بارش کے برسنے کے موقع پر دستِ دعا اٹھانا' یہ سب احادیث میں قبولیتِ دعا کے مبارک اوقات ہیں۔
- پانچویں باب میں وہ حالات درج ہیں' جن میں بالخصوص دعا قبول ہوتی ہے۔
- چھٹے باب میں دعا سے متعلق بعض مکروہ اور ناپسندیدہ امور کی تفصیل دی گئی ہے۔
- ساتویں باب میں دعا سے متعلق بعض مباح اور جائز امور پر توجہ دلائی گئی ہے۔

- آٹھویں باب میں دعا کے متفرق مسائل کو پیش کرنے کے بعد نویں باب میں توسل یا وسیلے کی شرعی حیثیت کو بیان کیا گیا ہے۔ جس کے مطابق اسمائے حسنیٰ اور کسی نیک عمل کو وسیلہ بنانے کی شرعی اجازت کا ذکر ہے۔ نیز کسی بزرگ یا صاحب تقویٰ سے دعا کرانے کی شرعی دلیل بیان کی گئی ہے۔
- دسویں باب میں دعا کی عدم قبولیت کے اسباب سے بحث کی گئی ہے۔
- آخری باب میں دعا کے سلسلے میں اختیار کی جانے والی بدعات پر چشم کشا اور سیر حاصل تبصرہ ہے۔ اس کتاب کے اختتام پر ایک جامع دعا نقل کی گئی ہے۔

اس کتاب کے مطالعے کے بعد ایک قاری کے ذہن میں فطری سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ کون سی مسنون دعائیں ہیں، جنہیں آداب و شرائط کے ساتھ اپنے مالک کے حضور پیش کرے۔ یہ کتاب تو فلسفہ دعا اور اس کے آداب و شرائط تک محدود ہے اور یہی اس کی علمی ضرورت تھی مگر ''دارالسلام'' نے اس ضرورت کو پورا کرنے کے لیے ''حصن المسلم'' اور ''مسنون نماز اور روزمرہ کی دعائیں'' جیسی اہم کتابیں طبع کی ہیں، جن سے خاطر خواہ استفادہ کیا جا سکتا ہے۔

اس کتاب کا ترجمہ محترم محمد رفیع مفتی صاحب کی علمی قوت کا اظہار ہے جب کہ تخریج و ترتیب کے بقیہ مراحل ادارے کے فعال رکن حافظ محمد آصف اقبال صاحب کے علمی و تحقیقی ذوق کے آئینہ دار ہیں۔ ترجمے میں سادگی اور سلاست کو پیش نظر رکھا گیا ہے۔ اس مفید اور بامقصد پیش کش کو ادارے کے تمام اراکین نے حسب استطاعت سنوارنے اور نکھارنے کی کوشش کی ہے۔ حق تعالیٰ ان سب کی مساعی کو قبول فرمائے اور اسے عامۃ المسلمین کے لیے نافع بنائے۔

آمین یا رب العالمین.

خادم کتاب وسنت

عبدالمالک مجاہد

مدیر: دارالسلام لاہور-الریاض

مقدمہ

بے شک ساری تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہیں۔ ہم اس کی حمد کرتے' اس سے مدد چاہتے اور اس کی مغفرت کے طلب گار ہیں۔ ہم اپنے نفسوں کے شر اور اپنے اعمال کی برائیوں سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں۔ جسے اللہ تعالیٰ ہدایت دے اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا اور جسے اللہ بھٹکا دے اسے کوئی راہ راست پر نہیں ڈال سکتا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ اکیلا ہی معبود ہے اس حال میں کہ اس کے ساتھ کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد (ﷺ) اس کے بندے اور اس کے (سچے) رسول ہیں۔

حمد وثنا اور درود وسلام کے بعد' اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر بہت بڑا انعام کیا ہے کہ ان میں اپنا رسول بھیجا جو بھلائی اور سلامتی کی راہوں کی طرف راہنمائی کرتا ہے' اور اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو رسول اللہ ﷺ کی پیروی کرنے اور اس کی راہ پر چلنے کا حکم دیا ہے۔ چنانچہ فرمایا:

﴿ وَمَآ ءَاتَىٰكُمُ ٱلرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَىٰكُمْ عَنْهُ فَٱنتَهُوا۟ ﴾

(الحشر ٥٩/ ٧)

''(اے مسلمانو) جو کچھ رسول تمہیں دے وہ لے لو اور جس چیز سے تمہیں روکے اس سے رک جاؤ۔''

اور انہیں اس (رسول) کی مخالفت کرنے سے ڈرایا۔ چنانچہ فرمایا:

﴿ فَلْيَحْذَرِ ٱلَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِۦٓ أَن تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿٦٣﴾ ﴾ (النور ٢٤/ ٦٣)

''سنو جو لوگ رسول کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں' انہیں اس بات سے ڈرتے رہنا

چاہیے کہ ان پر کوئی آزمائش یا دردناک عذاب آ جائے۔''

قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں کی یہ خصوصیت تھی کہ وہ اللہ کے رسول کی ہر بات مانتے تھے اور اس کی مخالفت سے ڈرتے تھے۔ پھر رفتہ رفتہ وہ زمانہ آ گیا جس میں لوگوں نے اس دین ہی کو بدلنا شروع کر دیا حتیٰ کہ کچھ عبادات بھی' دین کے ساتھ کھیلنے والوں اور اس میں تغیر وتبدل کر دینے والوں کے ہاتھ سے سلامت نہ رہیں۔

اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کرنا بھی عبادات میں سے ایک عبادت ہے' اس عبادت پر بھی دین کو بگاڑنے والوں کے اثرات پڑے' لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں سے وعدہ کر رکھا ہے کہ وہ قیامت تک اس دین کی حفاظت کرے گا اور مسلمانوں اور غیر مسلموں میں سے ان لوگوں سے اس دین کی خدمت کا کام لے گا' جو اس کی حفاظت کرنے والے ہوں گے۔

دعا اللہ تعالیٰ کی اہم ترین عبادت اور اس کی قربت حاصل کرنے کے اہم ترین ذرائع میں سے ہے' لیکن اس کے باوجود بہت سے مسلمان دعا کے آداب اور شرائط کو دعاؤں میں ملحوظ ہی نہیں رکھتے' یہ معاملہ یہاں تک ہی موقوف نہیں' بلکہ اس سے بڑھ کر یہ کہ بعض لوگ دعا کرتے ہوئے توحید کی راہ سے ہٹ کر شرک کی گندگی میں جا گرتے ہیں اور وہ یہ سمجھتے ہیں کہ شرک کی آلودگی سمیت اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کر لیں گے۔ یہ لوگ اپنی اس گمراہی کی کیفیت میں اللہ تعالیٰ کی اس آیت کا مصداق ٹھہرتے ہیں:

﴿ قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُم بِالْأَخْسَرِينَ أَعْمَالًا ﴿١٠٣﴾ الَّذِينَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُونَ صُنْعًا ﴿١٠٤﴾ ﴾ (الكهف١٨/ ١٠٣-١٠٤)

''(اے نبی) ان سے کہیے! کیا ہم تمہیں ان لوگوں سے باخبر نہ کریں جو اپنے اعمال میں سب سے زیادہ ناکام ونامراد ہیں؟ جن کی ساری جدوجہد دنیا ہی کی زندگی میں کھو گئی ہے جبکہ وہ گمان کرتے رہے کہ وہ کیا ہی خوب کام کر رہے ہیں۔''

اس صورت حال نے مجھے اس طرف متوجہ کیا کہ میں دینی کتب میں سے کوئی ایسی کتاب تلاش کروں جو مسلمانوں کے ہاں پھیلنے والی اس بیماری کا صحیح علاج کر سکے۔ لیکن مجھے اس بات کا شدید افسوس ہوا کہ دعا کے موضوع پر لکھی گئی متعدد کتب میں سے اس نوعیت کی مجھے ایک کتاب بھی نہیں ملی جو صحیح عقیدے کے ساتھ دعا کے موضوع پر ضروری مسائل کو واضح کر سکے اور ضعیف روایات سے بھی خالی ہو۔

چنانچہ میں نے پختہ ارادہ کیا کہ میں سلف صالحین کے اسلوب کے مطابق اس موضوع پر ایک ایسی کتاب لکھوں جس میں نہ صرف دعا سے متعلق صحیح احادیث پائی جاتی ہوں بلکہ اس میں اس عبادت (دعا) سے متعلق ضروری مسائل کا بیان بھی موجود ہو۔

مجھے امید ہے کہ اس کتاب کو پڑھنے والا یہ محسوس کرے گا کہ اس کی مختلف فصلوں اور ابواب میں دعا سے متعلق تمام مباحث کو اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ یہ چھوٹی سی کتاب قاری کے لیے بہت مفید ہوگئی ہے۔

میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ مجھے اپنی رضا اور پسند کے مطابق لکھنے کی توفیق عنایت فرمائے' بے شک وہ اس پر قدرت رکھتا ہے اور وہ ایسا کر سکتا ہے۔

عبداللہ الخضری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا بِي لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ

(البقرۃ ۲/۱۸۶)

(اے نبیؐ) جب میرے بندے میرے بارے میں آپ سے سوال کریں تو آپ کہہ دیں کہ میں بہت ہی قریب ہوں، ہر پکارنے والے کی پکار کو جب کبھی وہ مجھے پکارے میں قبول کرتا ہوں؛ اس لیے لوگوں کو بھی چاہیے کہ وہ میری بات مان لیا کریں اور مجھ پر ایمان رکھیں، یہی ان کی بھلائی کا باعث ہے۔

تمہید

دعا وہ عظیم روحانی عبادت ہے جس میں مخلوق اپنے خالق کی قوت کا اعتراف کرتی ہے اور اس کی عظمت کو محسوس کرتی ہے' جب بندہ ہر طرف سے مایوس ہو کر تمام اسباب سے اپنا دامن جھاڑ بیٹھتا ہے' جب تدبیریں اس کا ساتھ چھوڑ دیتی ہیں اور جب مادی وسائل بے کار ہو جاتے ہیں تو پھر انسان اپنے پیدا کرنے والے کی جانب رخ کرتا ہے' کہ وہ اس سے امن وراحت اور سکون واطمینان کی دولت پائے' تب اسے اپنے پروردگار سے وہ سب کچھ ملتا ہے جو اسے کوئی دوسرا نہیں دے سکتا۔ اور اللہ تعالیٰ سے یہ سب کچھ کیوں نہ ملتا جب کہ وہ ذات رب الارباب اور ملک الملوک اور غنی وحمید ہے۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ کا یہ فرمانا کوئی تعجب کی بات نہیں:

«اَلدُّعَاءُ هُوَ الْعِبَادَةُ»(جامع الترمذي، تفسير القرآن، [باب] ومن سورة البقرة، ح:٢٩٦٩)

''دعا ہی عبادت ہے۔''

اس کی وجہ یہ ہے کہ دعا ہی میں کامل فرمانبرداری اور انتہائی درجے کی بندگی کا اظہار ہوتا ہے۔ اللہ سے بندے کے دعا کرنے کا عجیب وغریب منظر اس صورت میں اپنی باکمال شکل میں دکھائی دیتا ہے جب کوئی توبہ کرنے والا بندہ اللہ تعالیٰ سے عاجزی کرتا اور گڑگڑاتا ہے' خود سپردی کے عالم میں' اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم کی آرزو لیے ہوئے اس کے حضور اپنے ہاتھ اٹھاتا ہے' اس کی پناہ لیتا ہے اور حسن ظن رکھتے ہوئے اسے پکارتا ہے' تو گویا اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی جھلک اس شخص میں دکھائی دیتی ہے:

﴿ وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ

إِذَا دَعَانِ﴾ (البقرة ٢/١٨٦)
''جب (اے نبی) تجھ سے میرے بندے میرے بارے میں سوال کریں تو ان کو بتا دو کہ میں قریب ہوں، مجھے کوئی پکارنے والا پکارتا ہے تو میں اس کی پکار کا جواب دیتا ہوں۔''

۞ ۞ ۞

پہلا باب

دعا ایک عظیم عبادت ہے

<u>۱- دعا کے معنی:</u> قرآن مجید میں دعا کا لفظ کئی معنوں میں آیا ہے۔ ان میں سے ایک معنی عبادت ہے۔ فرمایا:

﴿وَلَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَالَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ﴾ (يونس ۱۰/ ۱۰۶)

''اللہ کو چھوڑ کر اس کی عبادت نہ کرو جو نہ کسی کو نفع دے سکتا ہے نہ نقصان۔''

دوسرا معنی استعانت یعنی مدد طلب کرنے کا ہے۔ فرمایا:

﴿وَادْعُوا شُهَدَآءَ كُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ (البقرة ۲/ ۲۳)

''تم اللہ کے سوا اپنے سب مددگاروں کو بلا لو۔''

تیسرا معنی سوال کرنے کا ہے۔ فرمایا:

﴿اُدْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ﴾ (الغافر ۴۰/ ۶۰)

''(اے میرے بندو!) مجھ سے سوال کرو میں تمہیں جواب دوں گا۔''

چوتھا معنی ندا یعنی آواز دینے کا ہے۔ ارشاد باری ہے:

﴿يَوْمَ يَدْعُوْكُمْ﴾ (الأسراء ۱۷/ ۵۲)

''جس دن وہ تمہیں آواز دے گا۔''

پانچواں معنی ثنا یعنی تعریف کا ہے۔ ارشاد باری ہے:

﴿قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ﴾ (الأسراء ۱۷/ ۱۱۰)

''تم اس کی ثنا ''اللہ'' کے نام سے کرو یا ''رحمٰن'' کے نام سے۔''

چھٹا معنی قول کا ہے۔ ارشاد باری ہے:

﴿دَعْوٰىهُمْ فِيْهَا سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ﴾ (يونس ۱۰/ ۱۰)

''ان کا قول اس (جنت) میں ہوگا اے اللہ تو پاک ہے۔''

جہاں تک دعا کے شرعی معنی کا تعلق ہے تو وہ یہ ہیں: اللہ تعالیٰ کے حضور سوال کرتے ہوئے اور اس سے خیر طلب کرتے ہوئے گڑگڑانا' اور اس کی جناب میں اپنی مطلوب شے کو حاصل کرنے اور امید برلانے کے لیے فریاد کرنا۔

۲- کیا دعا عبادت ہے؟: ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ دَاخِرِينَ ﴿٦٠﴾ ﴾ (الغافر ٤٠/ ٦٠)

''اور تمہارا رب فرماتا ہے' مجھ سے دعا کرو میں تمہاری دعائیں قبول کروں گا' بے شک جو لوگ گھمنڈ میں آ کر میری عبادت سے منہ موڑتے ہیں وہ ضرور بضرور ذلیل وخوار ہو کر جہنم میں داخل ہوں گے۔''

اس آیت پر غور کریں اس میں اللہ رب العزت نے اپنے حضور ہمیں دعا کرنے اور سوال کرنے کی دعوت دی ہے اور جو لوگ اللہ تعالیٰ سے دعا کرنے سے گریز کرتے ہیں انہیں اپنی عبادت سے گریز کرنے والوں میں شمار کیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دعا عبادت ہے۔ اس بات کی وضاحت حدیث سے بھی ہوتی ہے۔ نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«اَلدُّعَاءُ هُوَ الْعِبَادَةُ» (جامع الترمذي، تفسير القرآن، [باب] ومن سورة البقرة، ح: ٢٩٦٩)

''دعا ہی عبادت ہے۔''

پھر آپ نے قرآن کی درج ذیل آیت تلاوت کی:

﴿ وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ دَاخِرِينَ ﴿٦٠﴾ ﴾ (الغافر ٤٠/ ٦٠)

''اور تمہارا رب فرماتا ہے مجھ سے دعا کرو میں تمہاری دعائیں قبول کروں گا' بے شک جو لوگ گھمنڈ میں آ کر میری عبادت سے منہ موڑتے ہیں وہ ضرور بضرور ذلیل وخوار ہو کر جہنم میں داخل ہوں گے۔''

اس سے معلوم ہوا کہ دعا عین عبادت ہی نہیں بلکہ عظیم ترین عبادات میں سے ہے اور اللہ تعالیٰ کے تقرب کے ذرائع میں سے ایک بڑا ذریعہ ہے۔

۳- دعا کی فضیلت اور اس کا فائدہ: دعا اللہ تعالیٰ کے نزدیک انتہائی مرتبے والی چیزوں میں سے ہے۔ دعا کے متعلق یہ بات اس حدیث سے ثابت ہوتی ہے جسے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے' نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«لَيْسَ شَيْءٌ أَكْرَمَ عَلَى اللهِ مِنَ الدُّعَاءِ»(جامع الترمذي، الدعوات، باب ماجاء في فضل الدعاء، ح:٣٣٧٠ وسنن ابن ماجه، أبواب الدعاء، باب فضل الدعاء، ح:٣٨٢٩ ومسند أحمد:٢/ ٣٦٢)

''اللہ تعالیٰ کے ہاں کوئی چیز بھی دعا سے زیادہ مرتبے والی نہیں ہے۔''

اس کی وجہ یہ ہے کہ دعا میں فقر' عاجزی' پستی اور اللہ تعالیٰ کی قوت وقدرت کا اعتراف نمایاں ہوتا ہے۔ جیسا کہ ہم اوپر صحیح حدیث سے یہ جان چکے ہیں کہ ''دعا عین عبادت ہے'' لہٰذا دعا کرنے والے کو دعا کرنے پر اجر دیا جائے گا' یہ اجر اسے بہر حال ملے گا خواہ اس کی دعا قبول ہو یا نہ ہو۔

بعض اوقات کوئی سوال کرنے والا یہ سوال کر دیتا ہے کہ دعا کا آخر فائدہ ہی کیا ہے؟ جو کچھ اللہ تعالیٰ سے میں دعا میں مانگ رہا ہوں اگر وہ میرے مقدر میں لکھا ہوا ہے تو اس کے حصول کے لیے میرا دعا کرنا یا نہ کرنا برابر ہے' کیونکہ وہ تو ہر حال میں مجھے مل کر رہے گا اور اگر وہ چیز میرے مقدر میں نہیں ہے تو پھر میں کسی صورت بھی حاصل نہیں کر سکتا' خواہ میں ہزار بار دعا کرتا رہوں۔ پس ثابت ہوا کہ دعا ایک بے کار عمل ہے۔

اس سوال کا جواب ابن قیم رحمہ اللہ نے بہت عمدہ دیا ہے، فرمایا: سائل کے اس تصور کے مطابق تو یہ ضروری ہے کہ تمام اسباب کو معطل کر دیا جائے، چنانچہ کسی آدمی کے لیے بھوک کی صورت میں کھانا کھانا اور پیاس کی حالت میں پانی پینا بالکل بے کار ہیں کیونکہ اس کے لیے کھانے سے حاصل ہونے والی سیری اور پانی سے حاصل ہونے والی سیرابی، مقدر میں لکھی ہوئی ہے تو وہ کھانا کھائے بغیر بھی سیر ہو جائے گا اور پانی پیئے بغیر بھی سیراب ہو جائے گا۔ چنانچہ اس کے لیے کھانا کھانا اور پانی پینا بے کار ہیں کیونکہ اگر اس کی قسمت میں کھانے کی سیری اور پانی سے سیرابی نہیں لکھی ہوئی تو وہ خواہ کتنا ہی کھالے اور کتنا ہی پی لے سب بے کار ہوگا۔(۱)

اسی طرح اس نقطہ نظر کے مطابق اگر اولاد آدمی کے مقدر میں ہے تو پھر خواہ وہ اپنی بیوی یا لونڈی کے پاس جائے یا نہ جائے دونوں صورتوں میں اسے اولاد حاصل ہو جائے گی اور اگر اولاد آدمی کے مقدر میں ہے ہی نہیں تو پھر چاہے وہ کتنی شادیاں کر لے اور کتنی کوشش کر لے سب بے کار ثابت ہوگی۔ یہی معاملہ دوسرے اسباب کا بھی ہے۔

آپ بتائیے کہ کیا یہ کوئی معقول بات ہے؟ اور اسے کوئی سمجھ دار آدمی مان سکتا ہے؟ ہرگز نہیں! یقیناً نہیں! اس موقع پر میرا خیال ہے کہ قضا و قدر کے حوالے سے بھی کچھ گفتگو کی جائے چنانچہ اب اسے ہم باقاعدہ ایک فصل میں بیان کرتے ہیں۔

۴- دعا اور تقدیر: اس معاملے میں صحیح ترین نقطہ نظر یہ ہے کہ چیزوں اور واقعات کے وقوع پذیر ہونے کو اللہ تعالیٰ نے اسباب کے ساتھ معلق کر رکھا ہے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خود بیج کے لیے گناہ اور درخت بن جانا مقدر کیا ہوا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ ہی کے اصول کے مطابق بیج کے لیے یہ مقدر اس وقت تک حاصل نہیں ہو سکتا جب تک اس کے

---

(۱) الجواب الکافی ص: 13

ضروری اسباب مٹی، پانی، ہوا، موسم اور دھوپ مہیا نہ کیے جائیں۔ یہی معاملہ دوسری چیزوں کا بھی ہے۔ اس نکتے کو وہ حدیث واضح کرتی ہے، جسے ثوبان نے ﷺ بیان کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"لَا يَزِيدُ فِي الْعُمُرِ إِلَّا الْبِرُّ، وَلَا يَرُدُّ الْقَدَرَ إِلَّا الدُّعَاءُ، وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيُحْرَمُ الرِّزْقَ بِخَطِيئَةٍ يَعْمَلُهَا" (سنن ابن ماجه، السنة، باب في القدر، ح: ۹۵ ومسند أحمد: ۲۷۷/۵)

''عمر کو کوئی چیز نہیں بڑھا سکتی سوائے نیکی کے اور تقدیر کو کوئی چیز نہیں ٹال سکتی سوائے دعا کے اور بے شک آدمی اپنے برے عمل کی وجہ سے اپنے رزق سے محروم ہو جاتا ہے۔''(۱)

اس کا مطلب یہ ہے کہ نیک عمل عمر میں اضافے کا سبب ہے۔ چنانچہ جب یہ سب کچھ حاصل ہوگا تو اس کا مسبب یعنی عمر میں اضافہ بھی حاصل ہو جائے گا، حالانکہ یہ سب کچھ تقدیر ہی کا حصہ تھا۔ جہاں تک اس سوال کا تعلق ہے کہ دعا ایک مقدر چیز کو کیسے رد کر سکتی ہے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ جیسے کسی انسان کا مرض میں گرفتار ہونا ایک مقدر امر ہوتا ہے، اسی طرح اس کا یہ دعا کرنا کہ اللہ تعالیٰ اس سے مرض کو دور کر دیں، یہ بھی ایک امر مقدر ہی ہوتا ہے۔ چنانچہ جب دوسری تقدیر وجود میں آتی ہے پہلی کو بدل دیتی ہے۔ یہی معاملہ اس شخص کا ہے جو اپنے برے عمل کی وجہ سے رزق سے محروم ہو جاتا ہے۔ دراصل یہ بات بھی اس کی تقدیر میں موجود ہوتی ہے کہ یہ اپنی مرضی سے برا عمل کر کے اپنے رزق سے محروم ہو جائے گا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ازل ہی سے یہ بات جانتے ہیں کہ فلاں آدمی دعا کرے گا تو اس کا مرض دور کر دیا جائے گا اور فلاں آدمی خود کو اپنے مقدر

(۱) یہ حدیث حسن ہے البتہ اس کا آخری حصہ (وَإِنَّ الرَّجُلَ ...... الخ) کسی معتبر سند سے ثابت نہیں ہے۔ (تفصیل کے لیے دیکھیں: سلسلہ صحیحہ، حدیث: 154)

رزق سے اپنے برے عمل کی وجہ سے محروم کر لے گا۔ ①

حقیقتاً ہر چیز اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقدر ہوتی ہے۔ اس ضمن میں بہت سی احادیث وارد ہوئی ہیں مثلاً: معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«لَنْ يَنْفَعَ حَذَرٌ مِّنْ قَدَرٍ، وَلٰكِنَّ الدُّعَاءَ يَنْفَعُ مِمَّا نَزَلَ وَمِمَّا لَمْ يَنْزِلْ، فَعَلَيْكُمْ بِالدُّعَاءِ عِبَادَ اللهِ!» (مسند أحمد: ٥/ ٢٣٤)

''تقدیر سے بچنے کی کوشش کرنا ہرگز فائدہ نہیں دے سکتا' البتہ اللہ سے دعا کرنا ہر اُس مصیبت میں فائدہ دے سکتا ہے جو انسان پر نازل ہوئی ہے یا نازل نہیں ہوئی۔ اے اللہ کے بندو! تمہارے لیے ضروری ہے کہ دعا کیا کرو۔''

اسی طرح سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«لاَ يَرُدُّ الْقَضَاءَ إِلاَّ الدُّعَاءُ، وَلاَ يَزِيدُ فِي الْعُمُرِ إِلاَّ الْبِرُّ»

(جامع الترمذي، القدر، ماجاء لا يرد القدر إلا الدعاء، ح: ٢١٣٩)

''تقدیر کو دعا کے سوا کوئی چیز نہیں ٹال سکتی اور عمر کو نیکی کے سوا کوئی چیز نہیں بڑھا سکتی۔''

اس حدیث کی تائید ایک دوسری حدیث سے بھی ہوتی ہے جسے امام ترمذی رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے۔

«مَا عَلَى الأَرْضِ مُسْلِمٌ يَدْعُو اللهَ تَعَالٰى بِدَعْوَةٍ إِلاَّ آتَاهُ اللهُ إِيَّاهَا أَوْ صَرَفَ عَنْهُ مِنَ السُّوءِ مِثْلَهَا مَالَمْ يَدْعُ بِمَأْثَمٍ أَوْ قَطِيعَةِ رَحِمٍ» (جامع الترمذي، الدعوات، باب في انتظار الفرج وغير ذلك، ح: ٣٥٧٣)

---

① پہلے گزر چکا ہے کہ مندرجہ بالا روایت کا آخری حصہ کسی معتبر سند سے ثابت نہیں اس لیے یہ کہنا' کہ انسان اپنے برے عمل کی وجہ سے رزق سے محروم ہو جاتا ہے' بلا دلیل ہے۔ هذا ما عندنا واللّٰه اعلم.

”دنیا میں کوئی مسلمان ایسا نہیں جو اللہ تعالیٰ سے دعا کرے اور اس کی دعا قبول نہ ہوئی یا تو وہ دعا اسی طرح قبول ہو جاتی ہے جیسے مانگی گئی ہو یا پھر مانگی جانے والی شے کی مثل کسی مصیبت کو اس سے دور کر دیا جاتا ہے جب تک کہ وہ اللہ سے کسی گناہ یا قطع رحمی کی دعا نہیں کرتا۔“

ان احادیث سے دعا کے فوائد اور اس کی قدر و قیمت ظاہر ہوتی ہے۔ علاوہ ازیں چونکہ دعا ایک عبادت ہے اس لیے دعا پر اجر بھی دیا جاتا ہے۔ اسی طرح دعا کا یہ فائدہ بھی ہے کہ اس سے بری تقدیر ٹل جاتی ہے۔ نیز دعا اس بھلائی کو جلد لانے والی ہوتی ہے جس کا انسان منتظر ہوتا ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: دعا کا فائدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا حکم بجا لانے پر ثواب حاصل ہوتا ہے۔ دعا کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ ہو سکتا ہے مطلوبہ چیز انسان کے دعا کرنے ہی پر موقوف ہو چنانچہ دعا کرنے سے وہ چیز حاصل ہو جائے اگر دعا نہ کی جاتی تو وہ چیز حاصل ہی نہ ہوتی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی اسباب اور اسباب سے حاصل ہونے والی چیزوں کا خالق ہے۔ [1]

۵- دعا نہ کرنے والے سے اللہ کی ناراضی: سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«مَنْ لَمْ يَسْأَلِ اللهَ يَغْضَبْ عَلَيْهِ» (جامع الترمذي، الدعوات، باب منه [من لم يسأل الله يغضب عليه]، ح: ٣٣٧٣)

”جو شخص اللہ تعالیٰ سے دعا نہیں کرتا اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہوتا ہے۔“

اس کی وجہ یہ ہے کہ تکبر، بے نیازی اور بے پروائی کی بنا پر اللہ تعالیٰ سے سوال ترک

---

① فتح الباری: 95/11

کر دینا جائز نہیں۔ اور پھر ہم میں سے کون چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہو اور اس سے اعلانِ جنگ کرے؟ یقیناً ایسا کوئی نہیں چاہے گا۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

اَللّٰهُ يَغْضَبُ إِنْ تَرَكْتَ سُؤَالَهُ

وَتَرَى ابْنَ اٰدَمَ حِيْنَ يُسْأَلُ يَغْضَبُ

''اللہ تعالیٰ سے نہ مانگا جائے تو غضب ناک ہوتا ہے اور ابن آدم کو دیکھو کہ اس سے سوال کیا جائے تو وہ ناراض ہوتا ہے۔''

انسان کے برعکس اللہ تعالیٰ کا معاملہ یہ ہے کہ وہ سوال نہ کرنے پر ناراض ہی نہیں ہوتا بلکہ سوال کرنے پر خوش بھی ہوتا ہے۔ عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ اپنے شاگردوں کو بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"مَا عَلَى الْأَرْضِ مُسْلِمٌ يَدْعُو اللّٰهَ تَعَالٰى بِدَعْوَةٍ إِلَّا اٰتَاهُ اللّٰهُ إِيَّاهَا أَوْ صَرَفَ عَنْهُ مِنَ السُّوْءِ مِثْلَهَا مَالَمْ يَدْعُ بِمَأْثَمٍ أَوْ قَطِيْعَةِ رَحِمٍ، فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ: إِذًا نُكْثِرُ قَالَ: اَللّٰهُ أَكْثَرُ" (جامع الترمذي، الدعوات، باب في انتظار الفرج وغير ذلك، ح: ٣٥٧٣)

''دنیا میں کوئی شخص ایسا نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرے اور اس کی دعا قبول نہ ہو، یا تو وہ دعا اسی طرح قبول ہو جاتی ہے جیسے مانگی گئی ہو یا پھر مانگی جانے والی شئ کی مثل کسی مصیبت کو اس سے دور کر دیا جاتا ہے، جب تک کہ وہ کسی گناہ یا قطع رحمی کی دعا نہیں کرتا۔ (راوی کہتے ہیں) سامعین میں سے کسی نے کہا: پھر تو ہم بہت دعائیں کریں گے، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہارے سوال سے بڑھ کر عطا فرمانے والا ہے۔''

٦۔ مسلمان کی دعا مقبول ہوتی ہے: جو حدیث ابھی اوپر گزری ہے اور جو حدیث ابھی ہم بیان کریں گے اس سے بھی یہی واضح ہوتا ہے کہ مسلمان کی دعا مستجاب ہوتی ہے۔

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

"مَا مِنْ أَحَدٍ يَدْعُو بِدُعَاءٍ إِلَّا آتَاهُ اللّٰهُ مَا سَأَلَ أَوْ كَفَّ عَنْهُ مِنْ سُوْءٍ مِثْلَهُ، مَا لَمْ يَدْعُ بِإِثْمٍ قَطِيعَةِ رَحِمٍ" (جامع الترمذی، الدعوات، باب ماجاء أن دعوة المسلم مستجابة، ح: ٣٣٨١)

"کوئی شخص ایسا نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرے اور اس کی دعا قبول نہ ہو، یا پھر اس کی مانگی ہوئی چیز اسے عطا کر دیتے ہیں یا پھر اس سے اس کی مثل کسی برائی کو دور کر دیتے ہیں، معاملہ یونہی چلتا رہتا ہے، جب تک وہ کسی گناہ یا قطع رحمی کی دعا نہیں کرتا۔"

اس حدیث سے یہ بات معلوم ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے عہد کر رکھا ہے کہ ہر دعا کرنے والے کی دعا قبول کرے گا، اس شرط پر کہ آدمی قبول دعا کی شرائط کا لحاظ رکھے، اگر انسان ان شرائط کو پورا کرتا رہے گا تو اللہ تعالیٰ اسے وہ دیتا رہے گا جو وہ مانگے گا۔ اور اگر کبھی اللہ تعالیٰ کسی حکمت کے پیش نظر اس کی مطلوبہ شے دعا کے باوجود نہ دینے کا ارادہ کرے گا تو پھر اس پر آنے والی مصیبتوں میں سے کسی مصیبت کو، جو اس مطلوبہ شیٔ کے مثل ہو، اس سے ہٹا دے گا۔ یہ معاملہ یونہی رہتا ہے یہاں تک کہ وہ کسی گناہ کی دعا نہیں کرتا۔

<u>۷- دعا کی صفات</u>: اس فصل میں دعا کی صفات بیان کرنا مقصود ہے۔

(الف) رفع الیدین: یعنی دعا کرتے ہوئے ہاتھوں کو اٹھانا۔ یہ ایک شرعی عمل ہے، جو نبی ﷺ سے ثابت ہے، آپ کے بعد صحابہ نے بھی اس پر عمل کیا اور صحابہ کے بعد آج تک امت کا طریقہ بھی چلا رہا ہے۔ جہاں تک نبی کریم ﷺ سے اس کے ثبوت کا تعلق ہے، تو سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

"دَعَا النَّبِيُّ ﷺ ثُمَّ رَفَعَ يَدَيْهِ وَرَأَيْتُ بَيَاضَ إِبْطَيْهِ" (صحيح البخاری معلقا، الدعوات، باب رفع الأيدي في الدعاء وموصولا في المغازي، غزوة اوطاس، ح: ٤٣٢٣)

''نبی ﷺ نے دعا مانگنے کا ارادہ کیا تو آپ نے اپنے دونوں ہاتھ اتنے بلند کیے کہ میں نے آپ کی بغلوں کی سفیدی دیکھی۔''

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں:

«رَفَعَ النَّبِيُّ ﷺ يَدَيْهِ وَقَالَ: اللّٰهُمَّ! إِنِّي أَبْرَأُ إِلَيْكَ مِمَّا صَنَعَ خَالِدٌ»(صحيح البخاري معلقا، الدعوات، باب رفع الأيدي في الدعاء وموصولا في المغازي، باب بعث النبي ﷺ خالد بن الوليد إلى بني جذيمة، ح:٤٣٣٩)

''نبی ﷺ نے (دعا کے لیے) اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے اور کہا' اے اللہ! میں بری ہوں اس سے جو خالد نے کیا ہے۔''

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

«رَفَعَ يَدَيْهِ حَتَّى رَأَيْتُ بَيَاضَ إِبطَيْهِ»(صحيح البخاري، الدعوات، باب رفع الأيدي في الدعاء ح:٦٣٤١)

''نبی کریم ﷺ نے (دعا کے لیے) اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے (آپ نے ہاتھوں کو اتنا بلند کیا) کہ میں نے آپ کی بغلوں کی سفیدی دیکھی۔''

سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«إِنَّ رَبَّكُمْ حَيِيٌّ كَرِيمٌ يَسْتَحْيِي مِنْ عَبْدِهِ إِذَا رَفَعَ يَدَيْهِ إِلَيْهِ، أَنْ يَرُدَّهُمَا صِفْرًا»(سنن ابي داود، أبواب الوتر، باب الدعاء، ح:١٤٨٨ وسنن ابن ماجه، أبواب الدعاء، باب رفع اليدين في الدعاء، ح:٣٨٦٥)

''بے شک تمہارا رب شرم و حیا کا مالک ہے' وہ بڑا کریم ہے' وہ اپنے حضور میں اپنے بندے کے اٹھے ہوئے ہاتھوں کو خالی لوٹانے سے شرماتا ہے۔''

(ب) ہاتھوں کو کندھوں تک اٹھانا اور استغفار کے موقع پر انگلی سے اشارہ کرنا: سیدنا ابن

عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

«اَلْمَسْأَلَةُ أَنْ تَرْفَعَ يَدَيْكَ حَذْوَ مَنْكِبَيْكَ أَوْ نَحْوَهُمَا، وَالِاسْتِغْفَارُ أَنْ تُشِيرَ بِإِصْبَعٍ وَاحِدَةٍ، وَالِابْتِهَالُ أَنْ تَمُدَّ يَدَيْكَ جَمِيعًا»(سنن أبي داود، الوتر، باب الدعاء ح ١٤٨٩)

''سوال کرنے اور مانگنے کا اسلوب یہ ہے کہ تم اپنے دونوں ہاتھوں کو کندھوں کے برابر اٹھاؤ۔ اور استغفار کرنے کا اسلوب یہ ہے کہ تم ایک انگلی سے اشارہ کرو۔ اور گڑگڑانے کا اسلوب یہ ہے کہ تم اپنے دونوں ہاتھوں کو اکٹھے پھیلا دو۔''

جہاں تک اس حدیث کا تعلق ہے جو سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

«كَانَ النَّبِيُّ ﷺ لاَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِي شَيْءٍ مِنْ دُعَائِهِ إِلاَّ فِي الِاسْتِسْقَاءِ وَإِنَّهُ يَرْفَعُ حَتَّى يُرٰى بَيَاضُ إِبطَيْهِ»(صحيح البخاري، الاستسقاء، باب رفع الإمام يده في الاستسقاء، ح:١٠٣١ وصحيح مسلم، صلاة الاستسقاء، باب رفع اليدين بالدعاء في الاستسقاء، ح:٨٩٦)

''نبی ﷺ اپنی کسی دعا میں ہاتھ نہیں اٹھایا کرتے تھے سوائے دعائے استسقاء کے' کہ اس موقع پر آپ ہاتھ اتنے بلند کر لیتے کہ آپ کی بغلوں کی سفیدی دکھائی دیتی۔''

یہ حدیث اس مضمون کی دوسری احادیث کے منافی نہیں ہے' کیونکہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ کا اس حدیث کو بیان کرنے سے مقصد یہ تھا کہ نبی کریم ﷺ ہاتھ اٹھانے کی اس خاص کیفیت یعنی ہاتھوں کو اس قدر پھیلاتے کہ بغلوں کی سفیدی نظر آ جاتی' کو استسقاء ہی کے موقع پر اختیار کرتے تھے۔ اس حدیث کی تائید سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کے اس قول سے بھی ہوتی ہے جو پیچھے گزر چکا ہے۔

(ج) **ہتھیلیاں پھیلا کر دعا کرنا:** مالک بن یسار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ

نے فرمایا:

"إِذَا سَأَلْتُمُ اللّٰهَ فَسَلُوْهُ بِبُطُوْنِ أَكُفِّكُمْ وَلَا تَسْأَلُوْهُ بِظُهُوْرِهَا" (سنن أبي داؤد، الوتر، باب الدعاء، ح: ١٤٨٦)

''جب تم اللہ تعالیٰ سے دعا کرو تو اپنی ہتھیلیوں کو پھیلا کر کرو نہ کہ ہاتھ کی پشت پھیلا کر۔''

مانگنے کا یہ بہترین اسلوب اس سائل کا ہوتا ہے جو اپنے سخی کیا عطا کا منتظر ہے۔

دوسرا باب

دعا کی شرائط

ہمیں یہ سکھایا گیا ہے کہ دعا عبادت ہے۔لہٰذا یہ ضروری ہے کہ اس عبادت کی معین شرائط کا پوری طرح سے لحاظ رکھا جائے تا کہ دعا عنداللہ مقبول ہو اور اس دعا سے مدعا کے حاصل ہونے کی امید کی جا سکے۔قبولیتِ دعا کی شرائط درج ذیل ہیں:

۱۔ دعا میں اخلاص کا ہونا: دعا میں اخلاص کے ضروری ہونے کے بارے میں کتاب وسنت میں بہت سے دلائل موجود ہیں جن میں سے چندایک درج ذیل ہیں۔فرمان الٰہی ہے:

﴿وَأَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوا مَعَ اللّٰهِ أَحَدًا (۱۸)﴾(الجن ۷۲/۱۸)

''مسجدیں اللہ کے لیے ہیں پس تم اللہ کے ساتھ کسی اور کو نہ پکارو۔''

﴿قُلْ أَرَءَيْتَكُمْ إِنْ أَتٰكُمْ عَذَابُ اللّٰهِ أَوْ أَتَتْكُمُ السَّاعَةُ أَغَيْرَ اللّٰهِ تَدْعُوْنَ إِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ (۴۰)﴾(الانعام ۶/۴۰)

''آپ ان سے کہیے۔ذرا غور کر کے بتلاؤ،اگر تمہیں اللہ کا عذاب آ لے یا قیامت آ جائے تو کیا اس وقت تم اللہ کے سوا کسی اور کو پکارو گے؟ (بولو) اگر تم سچے ہو۔''

﴿إِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ عِبَادٌ أَمْثَالُكُمْ﴾ (الاعراف ۷/۱۹۴)

''بے شک جنہیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو وہ تمہاری مثل بندے ہیں۔''

﴿وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَكُمْ﴾ (الأعراف ۷/۱۹۷)

''اور جن لوگوں کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو وہ تمہاری مدد پر قادر نہیں۔''

﴿مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ﴾ ''اللہ کے سوا'' کے الفاظ میں ہر وہ چیز شامل ہے' جسے اللہ خالق کائنات کو چھوڑ کر پوجا جاتا ہو' وہ چیز خواہ جمادات میں سے ہو یا نباتات اور حیوانات میں سے ہو اور خواہ وہ چیز انسان' بت' سورج' چاند یا ولی اور نبی ہو۔ یہ سب ﴿مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ﴾ میں شامل ہیں۔

انہی دلائل میں سے نبی ﷺ کی وہ وصیت ہے جو آپ نے اپنے چچازاد بھائی ابن عباس کو کی تھی' ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ میں ایک دن نبی ﷺ کے پیچھے (سواری پر) بیٹھا ہوا تھا کہ آپ نے فرمایا:

«يَاغُلَامُ! إِنِّي أُعَلِّمُكَ كَلِمَاتٍ احْفَظِ اللهَ يَحْفَظْكَ، احْفَظِ اللهَ تَجِدْهُ تُجَاهَكَ، إِذَا سَأَلْتَ فَاسْأَلِ اللهَ، وَإِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللهِ»(جامع الترمذي، صفة القيامة، باب [حديث حنظلة ...]، ح:٢٥١٦)

''اے لڑکے! میں تجھے چند کلمات سکھاتا ہوں' تو اللہ تعالیٰ (کے احکام) کی حفاظت کر اللہ تعالیٰ تیری حفاظت کرے گا' تو اللہ تعالیٰ (کے احکام) کی حفاظت کر تو اسے اپنے سامنے پائے گا۔ تجھے جب کوئی سوال کرنا ہو تو اللہ تعالیٰ ہی سے کر اور جب مدد مانگنی ہو تو اللہ تعالیٰ ہی سے مانگ۔''

کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

وَأَفْنِيَةُ الْمُلُوكِ مُحَجَّبَاتٌ
وَبَابُ اللهِ مَبْذُولُ الْفِنَاءِ
فَمَا أَرْجُو سِوَاهُ لِكَشْفِ ضُرِّي
وَلَا أَفْزَعُ إِلَى غَيْرِ الدُّعَاءِ
وَلَا أَدْعُو إِلَى اللَّأْوَاءِ كَهْفًا
سِوَى مَنْ لَا يَصَمُّ عَنِ الدُّعَاءِ

''بادشاہوں کے کرم و جود (سخاوت) کے میدان تنگ ہیں اور اللہ کے کرم و جود (سخاوت) کا میدان وسیع ہے۔

میں مشکل کشائی کے لیے اس کے سوا کسی سے امید رکھتا ہوں نہ مشکلات میں سوائے دعا کے کسی چیز کا سہارا لیتا ہوں۔

میں مصائب سے چھٹکارے کے لیے غار میں چھپنے کی بجائے اس ذات کو پکارتا ہوں جو دعائیں سننے سے ہرگز قاصر نہیں ہے۔''

اس موقع پر اس بات کی ضرورت محسوس ہو رہی ہے کہ مدد کے لیے پکارنے والے مسئلہ اور وسیلہ کے مسئلہ کے بارے میں تفصیلی گفتگو کی جائے۔لیکن اس مسئلہ کی وضاحت ہم ایک دوسرے باب میں کریں گے۔ان شاء اللّٰہ.

میت کے لیے دعا میں اخلاص کا حکم: سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

«إِذَا صَلَّيْتُمْ عَلَى الْمَيِّتِ فَأَخْلِصُوا لَهُ الدُّعَاءَ»(سنن ابي داود، الجنائز، باب الدعاء للميت، ح:٣١٩٩)

''جب تم نماز جنازہ پڑھو تو میت کے لیے خلوصِ دل سے دعا مانگو۔''

حدیث کے الفاظ ((أَخْلِصُوا لَهُ الدُّعَاءَ)) کا معنی یہ ہے کہ اس کے لیے اخلاص سے دعا کرو۔امام شوکانی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ کے اس فرمان ((فَأَخْلِصُوا لَهُ الدُّعَاءَ)) میں اس بات کی دلیل ہے کہ نماز جنازہ میں ضروری نہیں کہ ماثور دعائیں ہی پڑھی جائیں اور یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ نمازِ جنازہ پڑھنے والے کو میت کے لیے دعا اخلاص ہی سے کرنی چاہیے خواہ میت نیک آدمی ہو یا گناہ گار کیونکہ گناہ گار شخص تو اپنے مسلمان بھائیوں کی دعاؤں کا زیادہ محتاج ہوتا ہے اور اسے نیک آدمی کی بہ نسبت شفاعت کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے اور اسی وجہ سے اس کے جنازے کو مسلمان بھائیوں

کے سامنے رکھا جاتا اور ان کے پاس لایا جاتا ہے...... [1]

۲- دعا میں جلد بازی کی ممانعت: دعا میں جلد بازی نہیں کرنی چاہیے' کیونکہ جلد بازی تو دعا کو برباد کر دیتی ہے۔ جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«لاَ يَزَالُ يُسْتَجَابُ لِلْعَبْدِ مَا لَمْ يَدْعُ بِإِثْمٍ أَوْ قَطِيعَةِ رَحِمٍ، مَا لَمْ يَسْتَعْجِلْ، قِيلَ: يَارَسُولَ اللهِ! مَا الاِسْتِعْجَالُ؟ قَالَ يَقُولُ: قَدْ دَعَوْتُ، وَقَدْ دَعَوْتُ، فَلَمْ أَرَ يَسْتَجِيبُ لِي، فَيَسْتَحْسِرُ عِنْدَ ذٰلِكَ، وَيَدَعُ الدُّعَاءَ»(صحيح مسلم، الذكر والدعاء، باب بيان أنه يستجاب للداعي ... الخ، ح:٢٧٣٥)

''بندے کی دعا مسلسل قبول ہوتی رہتی ہے' جب تک وہ کسی گناہ یا قطع رحمی کی دعا نہیں کرتا اور جب تک وہ جلد بازی نہیں کرتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا جلد بازی سے کیا مراد ہے؟ آپ نے فرمایا' (مثلاً) وہ کہتا ہے کہ میں نے بہت دعا مانگی ہے' مجھے یقین نہیں کہ میری دعا قبول ہو۔ تب وہ تھک جاتا ہے اور دعا کرنا چھوڑ دیتا ہے۔''

اس حدیث میں ((اِسْتِحْسَار)) کے لفظ سے مراد تھک کر اور اکتا کر کسی چیز سے کٹ جانا ہے۔ یہاں اس سے مراد دعا کو چھوڑ دینا ہے۔ اور اسی مفہوم کو قرآن کریم کی مندرجہ ذیل آیت بھی واضح کرتی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَمَنْ عِندَهُۥ لَا يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِهِۦ وَلَا يَسْتَحْسِرُونَ ﴿١٩﴾ ﴾ (الأنبياء٢١/١٩)

''اور جو (فرشتے) اس کے پاس ہیں وہ اس کی عبادت سے نہ تکبر کرتے ہیں اور نہ تھک کر عبادت چھوڑتے ہیں۔''

---

[1] نیل الاوطار: 106/4

مطلب یہ ہے کہ وہ عبادت کے عمل کو منقطع نہیں کرتے۔ درج بالا حدیث میں دعا پر دوام کا مطالبہ پایا جاتا ہے اور قبولیت میں دیر نہ ہونے کا مفہوم پایا جاتا ہے۔ اس بات کی دلیل اور شاہد ایک اور حدیث بھی ہے۔ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«يُسْتَجَابُ لأَحَدِكُمْ مَا لَمْ يَعْجَلْ، فَيَقُولُ: قَدْ دَعَوْتُ فَلَمْ يُسْتَجَبْ لِي»(صحيح مسلم، الذكر والدعاء، باب بيان أنه يستجاب للداعي ... الخ، ح: ٢٧٣٥)

''تم میں سے ہر ایک کی دعا اس وقت تک قبول کی جاتی ہے جب تک وہ یہ کہتے ہوئے جلد بازی نہیں کرتا کہ میں نے دعا مانگی تھی مگر وہ قبول نہیں ہوئی۔''

اسی طرح اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان بھی ہے:

﴿وَيَدْعُ ٱلْإِنسَٰنُ بِٱلشَّرِّ دُعَآءَهُۥ بِٱلْخَيْرِ ۖ وَكَانَ ٱلْإِنسَٰنُ عَجُولًا ۝١١﴾ (الأسراء١٧/١١)

''انسان برائی اس طرح مانگتا ہے جس طرح اس کو بھلائی مانگنی چاہیے اور انسان بڑا ہی جلد باز ہے۔''

یہ بات مطلوب شے کے جلد حصول کی دعا کے خلاف نہیں ہے۔ نبی کریم ﷺ کی وہ حدیث جس میں استسقاء کا بیان ہے اس میں آپ نے فرمایا:

«عَاجِلاً غَيْرَ رَائِثٍ»(سنن ابن ماجه، إقامة الصلوات، باب ماجاء في الدعاء في الاستسقاء، ح: ١٢٦٩ ومسند أحمد: ٤/ ٢٣٥)

''(اے ہمارے اللہ! ہم پر ایسی بارش نازل فرما) جو جلد آنے والی ہو نہ کہ دیر لگانے والی۔''

جس جلد بازی سے منع کیا گیا ہے اس کی وضاحت سابقہ حدیث میں کی گئی ہے۔

۳- بھلائی کی دعا: دعا کے عنداللہ مقبول ہونے اور برآنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ

بھلائی ہی کی دعا ہو۔ جیسا کہ گزشتہ احادیث میں ہم پڑھ چکے ہیں:

«لاَ يَزَالُ يُسْتَجَابُ لِلْعَبْدِ مَا لَمْ يَدْعُ بِإِثْمٍ أَوْ قَطِيعَةِ رَحِمٍ» (صحيح مسلم، الذكر والدعاء، باب أنه يستجاب للداعي ... الخ، ح: ٢٧٣٥)

''بندے کی دعا مسلسل قبول ہوتی رہتی ہے' جب تک وہ کسی گناہ یا قطع رحمی کی دعا نہیں کرتا۔''

اس حدیث میں قطع رحمی کو الگ سے کیوں بیان کیا گیا ہے حالانکہ یہ بھی ایک گناہ ہی ہے؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ بہت بڑا گناہ ہے۔

۴۔ حضور قلب: دعا میں حضور قلب کا ہونا قبولیت دعا کی شرائط میں سے ہے۔ یعنی سابق شرائط کے ساتھ اس شرط کو بھی ملحوظ خاطر رکھا جائے تاکہ دعا عنداللہ مقبول ومنظور قرار پائے۔ اس شرط کی دلیل سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بیان کردہ ایک روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«اُدْعُوا اللهَ وَأَنْتُمْ مُوقِنُونَ بِالإِجَابَةِ، وَاعْلَمُوا أَنَّ اللهَ لاَ يَسْتَجِيبُ دُعَاءً مِنْ قَلْبٍ غَافِلٍ لاَهٍ»(جامع الترمذي، الدعوات، باب في إيجاب الدعاء ... الخ، ح: ٣٤٧٩)

''اللہ تعالیٰ سے اس حال میں دعا کیا کرو کہ تمہیں دعا کی قبولیت کا یقین ہو جائے' جان لو کہ اللہ تعالیٰ بھولے ہوئے غافل دل کی دعا قبول نہیں کرتا۔''

یعنی لازم ہے کہ دعا حضور قلب ہی سے مانگی جائے' آدمی جو کچھ منہ سے نکال رہا ہے اسے سمجھ رہا ہو اور یہ بھی معلوم ہو کہ وہ کس ذات سے مخاطب ہے۔ آدمی دعا میں اللہ رب العزت سے مخاطب ہوتا ہے' چنانچہ کمتر حقیر بندے کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ اپنے آقا ومولیٰ کے ساتھ ایسے کلام سے مخاطب ہو جسے وہ خود ہی نہ سمجھ رہا ہو' یا ایسے فضول جملے بولے' جو اس کے روزمرہ استعمال میں ہوں' جن کی معنویت اور مدعا سمجھ سے بالاتر ہو۔

اس حدیث کی شاہد مسند احمد کی روایت بھی ہے جو اس کی تائید کرتی ہے۔ سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«اَلْقُلُوبُ أَوْعِيَةٌ بَعْضُهَا أَوْعَى مِنْ بَعْضٍ فَإِذَا سَأَلْتُمُ اللهَ عَزَّوَجَلَّ أَيُّهَا النَّاسُ، فَاسْأَلُوهُ وَأَنْتُمْ مُوقِنُونَ بِالإِجَابَةِ، فَإِنَّ اللهَ لاَ يَسْتَجِيبُ لِعَبْدٍ دَعَاهُ عَنْ ظَهْرِ قَلْبٍ غَافِلٍ» (مسند احمد: ۲/ ۱۷۷)

''دل برتنوں کی مانند ہیں' بعض دلوں میں دوسرے دلوں کی نسبت یادداشت کی صلاحیت زیادہ ہوتی ہے۔ تو اے لوگو! جب تم اللہ سے دعا کرو تو قبولیت کے یقین کے ساتھ کیا کرو' کیونکہ اللہ تعالیٰ اس بندے کی دعا قبول نہیں کرتا جو غافل دل لیے بے پروائی سے دعا کرتا ہے۔''

<u>۵- پاکیزہ اور حلال رزق:</u> قبولیت دعا کی شرائط میں سے ایک شرط یہ بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ فَمِنَ ٱلنَّاسِ مَن يَقُولُ رَبَّنَآ ءَاتِنَا فِى ٱلدُّنْيَا وَمَا لَهُۥ فِى ٱلْءَاخِرَةِ مِنْ خَلَٰقٍ ﴿٢٠٠﴾ ﴾ (البقرۃ۲/ ۲۰۰)

''لوگوں میں ایسے بھی ہیں جو (اللہ سے) التجا کرتے ہیں کہ اے ہمارے رب! ہمیں (جو دینا ہے) دنیا ہی میں عنایت کر دے' ایسے شخص کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے۔''

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی ﷺ نے فرمایا:

«أَيُّهَا النَّاسُ! إِنَّ اللهَ طَيِّبٌ لاَ يَقْبَلُ إِلاَّ طَيِّبًا، وَإِنَّ اللهَ أَمَرَ الْمُؤْمِنِينَ بِمَا أَمَرَ بِهِ الْمُرْسَلِينَ، فَقَالَ: ﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلرُّسُلُ كُلُوا۟ مِنَ ٱلطَّيِّبَٰتِ وَٱعْمَلُوا۟ صَٰلِحًا ۖ إِنِّى بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ ﴿٥١﴾ ﴾ (المؤمنون: ۲۳/ ۵۱) وَقَالَ: ﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ كُلُوا۟ مِن

طَيِّبَٰتِ مَا رَزَقْنَٰكُمْ ﴾ (البقرة٢/ ١٧٢) ثُمَّ ذَكَرَ، الرَّجُلَ يُطِيلُ السَّفَرَ، أَشْعَثَ أَغْبَرَ، يَمُدُّ يَدَيْهِ إِلَى السَّمَاءِ، يَارَبِّ! يَارَبِّ! وَمَطْعَمُهُ حَرَامٌ، وَمَشْرَبُهُ حَرَامٌ، وَمَلْبَسُهُ حَرَامٌ، وَغُذِيَ بِالْحَرَامِ، فَأَنَّىٰ يُسْتَجَابُ لِذٰلِكَ»(صحيح مسلم، الزكاة، باب قبول الصدقة من الكسب الطيب وتربيتها، ح: ١٠١٥)

''اے لوگو! اللہ تعالیٰ پاک ہے' وہ پاک چیزیں ہی قبول کرتا ہے اور بے شک اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو بھی اسی چیز کا حکم دیا ہے' جس کا حکم رسولوں کو دیا ہے۔ چنانچہ فرمایا: ''اے رسولو! پاکیزہ چیزوں میں سے کھاؤ اور نیک کام کرو' بے شک میں تمہارے کاموں سے باخبر ہوں۔'' نیز فرمایا: ''اے ایمان والو! ہمارے دیے ہوئے پاکیزہ رزق میں سے کھاؤ۔'' پھر نبی ﷺ نے اس شخص کا ذکر کیا جو لمبا سفر کرتا ہے۔ اس کے بال پراگندہ اور غبار آلود ہیں' وہ اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھاتا ہے اور کہتا ہے: اے میرے رب! اے میرے رب! حالانکہ اس کا کھانا' اس کا پینا اور اس کا لباس حرام ہے' وہ حرام مال ہی سے پلا بڑھا ہے' تو اس کی دعا کیسے قبول ہو سکتی ہے۔''

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قبولیت دعا کی شرائط میں سے یہ بھی ہے کہ دعا کرنے والے کا کھانا' پینا اور لباس حلال اور طیب ہو۔ اس کے ساتھ ساتھ ہمیں تقوے کو بھی فراموش نہیں کرنا چاہیے کیونکہ سب بھلائیوں کی بنیاد یہی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ إِنَّمَا يَتَقَبَّلُ ٱللَّهُ مِنَ ٱلْمُتَّقِينَ ﴿٢٧﴾ ﴾ (المائدة٥/ ٢٧)

''اللہ تو بس متقی لوگوں ہی کے (اعمال) قبول فرماتا ہے۔''

٦- نبی ﷺ پر درود: قبولیت دعا کے لیے نبی ﷺ پر درود بھیجنا بھی لازم ہے کیونکہ آپ ﷺ نے فرمایا:

«كُلُّ دُعَاءٍ مَحْجُوبٌ حَتَّىٰ يُصَلِّيَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ»(المعجم

الأوسط للطبراني، ح: ۷۲۵)

''ہر دعا اس وقت تک پس حجاب رہتی ہے جب تک نبی ﷺ پر درود نہ پڑھا جائے۔''①

اس کا مطلب یہ ہے کہ دعا اللہ تعالیٰ کے ہاں اس وقت تک نہیں پہنچتی جب تک نبی ﷺ پر درود نہ پڑھا جائے۔ لیکن ظاہر ہے کہ یہ قبولیت دعا کی اساسی شرائط میں سے نہیں ہے کیونکہ خود نبی ﷺ نے اس کا اہتمام نہیں کیا اور نبی ﷺ سے ماثور بہت سے صحیح دعاؤں میں درود کا وجود نایاب ہے۔ اس بات کی مثال آپ کی یہ دعا بھی ہے:

«اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْبَرَصِ وَالْجُنُونِ وَالْجُذَامِ وَسَيِّءِ الأَسْقَامِ»(مسند أحمد: ۳/ ۱۹۲ وسنن أبي داود، الوتر، باب فى الاستعاذة، ح: ۱۵۵٤)

''اے اللہ! میں برص، جنون، کوڑھ اور ہر قسم کی بری بیماریوں سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔''

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی ﷺ پر درود پڑھنا قبولیت کی لازمی شرائط میں سے نہیں ہے۔ البتہ یہ مستحب ضرور ہے۔ ایک اور حدیث اس کے استحباب کی مزید تائید کرتی ہے وہ یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«أَتَانِي آتٍ مِنْ رَبِّي فَقَالَ: مَا مِنْ عَبْدٍ يُصَلِّي عَلَيْكَ صَلَاةً إِلاَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ بِهَا عَشْرًا، فَقَامَ إِلَيْهِ رَجُلٌ فَقَالَ: يَارَسُولَ اللهِ أَجْعَلُ نِصْفَ دُعَائِي لَكَ؟ قَالَ: إِنْ شِئْتَ، قَالَ: أَلاَ أَجْعَلُ ثُلُثَيْ دُعَائِي لَكَ؟ قَالَ: إِنْ شِئْتَ، قَالَ: أَلاَ أَجْعَلُ دُعَائِي لَكَ كُلَّهُ؟ قَالَ: إِذَنْ يَكْفِيكَ اللهُ هَمَّ الدُّنْيَا وَهَمَّ الأٰخِرَةِ»(فضل الصلوٰة على النبي ﷺ للامام اسماعيل بن اسحاق الجهضمي القاضي، ح: ۱۳، وسنده ضعيف لإرساله)

① یہ حدیث تمام طرق سے ضعیف ہے۔ (زبیر علی زئی)

''میرے رب کی طرف سے ایک آنے والا میرے پاس آیا تو اس نے کہا کہ جو کوئی آپ پر درود بھیجے گا اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرمائے گا۔ یہ سن کر ایک آدمی کھڑا ہوا اور اس نے کہا: اے اللہ کے رسول! کیا میں آپ پر درود پڑھنے کو اپنی دعا کا آدھا حصہ بنا لوں؟ تو آپ نے فرمایا: اگر تم چاہو تو ایسا کر لو۔ پھر اس نے کہا میں درود کو اپنی دعا کا دو تہائی حصہ نہ بنا لوں۔ آپ نے فرمایا: اگر تم چاہتے ہو تو ایسا کر لو۔ پھر اس نے کہا کہ میں درود کو اپنی دعا کا کل حصہ نہ بنا لوں؟ آپ نے فرمایا: پھر تو اللہ تعالیٰ تیرے دنیا اور آخرت کے غموں میں تیرے لیے کافی ہوگا۔''[1]

---

[1] مذکورہ روایت مرسل ہونے کی وجہ سے قابل حجت نہیں ہے۔ یاد رہے! گزشتہ دونوں روایات اگرچہ بلحاظ سند ضعیف ہیں مگر دیگر روایات' جو نماز میں بحالت تشہد درود پڑھنا فرض قرار دیتی ہیں' سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ دعا کے آغاز میں درود پڑھنا مستحب ہے' جیسا کہ آئندہ صفحات میں اس کا ذکر ہوگا۔

تیسراباب

دعا کے آداب

دعا کے متعلق ہمیں بہت سے آداب سکھائے گئے ہیں تاکہ ہماری دعا ایک مکمل اور جامع دعا بن سکے۔ان آداب میں سے پہلا ادب یہ ہے۔

ا-دعا سے پہلے حمد وثنا اور درود: اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ چونکہ اللہ تعالیٰ سے اس کی عنایات کا سوال کرتے ہیں تو بہتر یہ ہے کہ دعا کی ابتدا میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی شان کے لائق اس کی حمد وثنا کی جائے۔سیدنا فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

«بَيْنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ قَاعِدٌ إِذْ دَخَلَ رَجُلٌ فَصَلَّىٰ فَقَالَ: اللَّهُمَّ اغْفِرْلِي وَارْحَمْنِي فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: عَجِلْتَ أَيُّهَا الْمُصَلِّي إِذَا صَلَّيْتَ فَقَعَدْتَ فَاحْمَدِ اللهَ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ وَصَلِّ عَلَيَّ ثُمَّ ادْعُهُ، فَقَالَ: ثُمَّ صَلَّى رَجُلٌ آخَرُ بَعْدَ ذٰلِكَ فَحَمِدَ اللهَ وَصَلَّى عَلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ: أَيُّهَا الْمُصَلِّي ادْعُ تُجَبْ»(جامع الترمذي، الدعوات، باب في إيجاب الدعاء بتقديم الحمد ... الخ، ح:٣٤٧٦)

''ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ رسول اللہ ﷺ بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک آدمی داخل ہوا' اس نے نماز پڑھی پھر اس نے کہا اے اللہ! مجھے معاف کر دے اور مجھ پر رحم فرما۔ تو نبی ﷺ نے فرمایا: اے نماز پڑھنے والے! تو نے جلدی کی جب تو نماز پڑھے اور (تشہد کی حالت میں) بیٹھ جائے تو اللہ کی شان کے لائق اس کی حمد وثنا کیا کر' پھر مجھ پر درود بھیجا کر' پھر اس کے بعد اللہ سے دعا کیا کر۔راوی کہتے ہیں' پھر اس کے بعد ایک دوسرے آدمی نے نماز پڑھی' اس نے اللہ کی حمد وثنا کی اور نبی ﷺ

پر درود بھیجا' تو نبی ﷺ نے اس سے کہا' اے نماز پڑھنے والے! دعا مانگ تیری دعا سنی جائے گی۔''

یہی حدیث ایک اور سند سے بھی مروی ہے جس کے راوی فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ ہی ہیں' وہ بیان کرتے ہیں:

«سَمِعَ النَّبِيُّ ﷺ رَجُلاً يَدْعُو فِي صَلاَتِهِ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: عَجِلَ هٰذَا، ثُمَّ دَعَاهُ، فَقَالَ لَهُ أَوْ لِغَيْرِهِ: إِذَا صَلَّى أَحَدُكُمْ فَلْيَبْدَأْ بِتَحْمِيدِ اللهِ وَالثَّنَاءِ عَلَيْهِ، ثُمَّ لِيُصَلِّ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ، ثُمَّ لِيَدْعُ بَعْدُ مَا شَاءَ»
(جامع الترمذي، الدعوات، باب في إيجاب الدعاء بتقديم الحمد ... الخ، ح:٣٤٧٧ وسنن أبي داود، الوتر، باب الدعاء، ح:١٤٨١)

''نبی ﷺ نے ایک آدمی کو دعا مانگتے ہوئے سنا' اس نے دعا میں نبی ﷺ پر درود نہیں پڑھا تھا۔ آپ نے فرمایا: اس آدمی نے جلدی کی۔ پھر آپ نے اسے بلایا اور اس سے یا اس کے علاوہ کسی اور آدمی سے کہا۔ جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے تو اسے چاہیے کہ اپنی دعا کی ابتدا اللہ کی حمد وثنا سے کرے۔ پھر نبی ﷺ پر درود بھیجے' پھر اس کے بعد وہ جو دعا چاہے مانگ لے۔''

نبی کریم ﷺ نے حمد وثنا اور درود کے بغیر دعا مانگنے والے کی دعا کو عجلت قرار دیا ہے۔ کیونکہ اس نے اللہ تعالیٰ سے قرب کا وسیلہ اختیار کرنے سے پہلے ہی سوال کر دیا۔

عمرو بن مُرۃ بیان کرتے ہیں' میں نے ابو وائل سے اور انہوں نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے سنا' راوی کہتے ہیں میں نے ابو وائل سے پوچھا' کیا آپ نے واقعی عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو سنا ہے؟ انہوں نے جواب دیا' ہاں۔ پھر انہوں نے نبی ﷺ سے یہ حدیث بیان کی کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

«لاَ أَحَدَ أَغْيَرُ مِنَ اللهِ فَلِذٰلِكَ حَرَّمَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا

وَمَا بَطَنَ، وَلاَ أَحَدَ أَحَبُّ إِلَيْهِ الْمِدْحَةُ مِنَ اللهِ، فَلِذٰلِكَ مَدَحَ نَفْسَهُ﴾ (صحيح البخاري، التفسير، باب قوله تعالٰى ﴿قل إنما حرم ربي الفواحش ...﴾، ح:٤٦٣٧)

''اللہ تعالیٰ سے زیادہ غیرت مند کوئی نہیں ہے' اس لیے اس نے تمام ظاہری و باطنی فحش چیزوں اور بے شرمی کی باتوں کو حرام ٹھہرایا ہے' اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک اپنی مدح سے زیادہ پسندیدہ کوئی چیز نہیں ہے' اس لیے اس نے اپنی مدح خود فرمائی ہے۔''

اس حدیث میں سمجھنے والی اہم بات یہ ہے کہ ہمارا پروردگار ہم سے کیوں چاہتا ہے کہ ہم اس کی مدح کریں' جب کہ خود اس کی ذات بابرکات کو کوئی نفع پہنچا سکتا ہے نہ نقصان اور نہ اسے کوئی نفع حاصل کرنے یا کسی نقصان سے بچنے کی کوئی حاجت ہے وہ تو سراسر بے نیاز ذات ہے۔ تو اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ وہ ہمیں' اپنی حمد وثنا کرنے پر' اجر و ثواب سے نوازے اور اس سے سارا کا سارا نفع' ہم محتاج بندے ہی اٹھائیں' ورنہ اللہ رب العزت تو خود سب جہانوں سے غنی ہے۔ اس وضاحت سے ان لوگوں کی غلطی بھی واضح ہو جاتی ہے جو کہتے ہیں کہ اگر اللہ مدح پسند ہے تو ہم بھی مدح پسند کیوں نہ بنیں؟ بہرکیف اللہ تعالیٰ مدح کو پسند کرتا ہے لہٰذا اس نے قرآن مجید میں اپنی بہت مدح فرمائی ہے۔ ارشاد باری ہے:

﴿ٱلْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ ٱلْعَٰلَمِينَ ﴿٢﴾ ٱلرَّحْمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ ﴿٣﴾ مَٰلِكِ يَوْمِ ٱلدِّينِ ﴿٤﴾﴾ (الفاتحة ١/ ٢-٤)

''سب تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔ رحمٰن ہے' رحیم ہے اور جزا کے دن کا مالک ہے۔''

نیز فرمایا:

﴿وَهُوَ ٱلْغَفُورُ ٱلْوَدُودُ ﴿١٤﴾ ذُو ٱلْعَرْشِ ٱلْمَجِيدُ ﴿١٥﴾ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيدُ ﴿١٦﴾﴾

(البروج۸۵/ ۱۴۔۱۶)

''اور وہ بخشنے والا اور محبت کرنے والا ہے۔ عرش کا مالک بڑی شان والا ہے۔ جو چاہتا ہے کر دیتا ہے۔''

اور فرمایا:

﴿ وَمَا قَدَرُوا اللَّهَ حَقَّ قَدْرِهِ وَالْأَرْضُ جَمِيعًا قَبْضَتُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَالسَّمَاوَاتُ مَطْوِيَّاتٌ بِيَمِينِهِ ﴾ (الزمر۳۹/ ۶۷)

''اور انہوں نے اللہ کی قدر نہ کی جیسی کرنی چاہیے تھی' اور قیامت کے دن ساری کی ساری زمین اس کی مٹھی میں ہو گی اور آسمان اس کے داہنے ہاتھ میں لپٹے ہوں گے۔''

نبی ﷺ نے ایک آدمی کو یہ کہتے ہوئے سنا: ''یا ذا الجلال والاکرام'' تو آپ نے فرمایا:

«قَدِ اسْتُجِيبَ لَكَ فَسَلْ»(جامع الترمذي، الدعوات، ح:۳۵۲۷)

''تیری دعا قبول کی جائے گی تو (اللہ سے) مانگ۔''

<u>اللہ تعالیٰ کا اسم اعظم:</u> سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک آدمی کو یہ کہتے ہوئے سنا:

«اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ بِأَنِّي أَشْهَدُ أَنَّكَ أَنْتَ اللهُ لاَ إِلٰهَ إِلاَّ أَنْتَ الأَحَدُ الصَّمَدُ الَّذِي لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ، قَالَ، فَقَالَ: لَقَدْ سَأَلَ اللهَ بِاسْمِهِ الأَعْظَمِ الَّذِي إِذَا دُعِيَ بِهِ أَجَابَ وَإِذَا سُئِلَ بِهِ أَعْطٰى»(سنن ابي داود، الوتر، باب الدعاء، ح:۱۴۹۳ وجامع الترمذي، الدعوات، باب ماجاء في جامع الدعوات، ح:۳۴۷۵ وسنن ابن ماجه، الدعاء، باب اسم الله الاعظم، ح:۳۸۵۷)

''اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں' اس بات کی بنا پر کہ میں گواہی دیتا ہوں

کہ بے شک تو ہی اللہ ہے' تیرے سوا کوئی الٰہ نہیں ہے' تو اکیلا ہے' بے نیاز ہے' تو وہ ہے جس کی کوئی اولاد ہے نہ وہ کسی کی اولاد اور اس کا ہمسر کوئی نہیں ہے (اس آدمی کی بات سن کر) نبی ﷺ نے فرمایا: اس نے اللہ کے اس اسم اعظم کے ساتھ سوال کیا ہے' کہ جب کوئی اس کے ذریعے دعا مانگتا ہے تو قبول ہو جاتی ہے اور جب کوئی سوال کرتا ہے تو اس کا سوال پورا کر دیا جاتا ہے۔"

طیبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ایک اسم اعظم ہے کہ جب اس کے ذریعے کوئی دعا کرتا ہے تو قبول ہوتی ہے۔ دوسری احادیث میں اسم اعظم کا ذکر آیا ہے۔ اور انہی احادیث میں اللہ تعالیٰ کے کچھ نام گنوائے گئے ہیں۔ لیکن درج بالا حدیث میں صرف "اللّٰہ" ہی کا لفظ بطورِ اسم آیا ہے۔ یہ چیز اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ لفظِ اللہ ہی اسم اعظم ہے۔ [1]

اس حدیث میں سوال اور دعا کے درمیان فرق کیا گیا ہے۔ سوال یہ ہوتا ہے کہ بندہ کہے کہ اے اللہ! مجھے فلاں چیز عطا فرما دے' اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ وہ چیز عطا فرما دیتے ہیں۔ اور دعا یہ ہوتی ہے کہ بندہ اپنے رب کو پکارے اور کہے کہ اے میرے اللہ! تو اللہ تعالیٰ اس کو جواب دے اے میرے بندے! میں موجود ہوں۔ (بتا تو کیا چاہتا ہے) یعنی سوال کے مقابل میں عطا ہوتی ہے اور دعا کے مقابل میں اجابت (قبولیت) ہوتی ہے۔ یہی ان دونوں کے درمیان فرق ہے۔

اس حدیث میں اس بات کا جواز موجود ہے کہ بندہ اپنے ایمان کو دعا کے لیے وسیلہ بنا سکتا ہے کیونکہ حدیث میں ((بِــأَنّـِـی أَشْهَــدُ أَنَّـكَ)) کے الفاظ میں پائی جانے والی "بـا" سببیہ ہے' یعنی سائل اپنے موحد ہونے کی بنا پر اللہ تعالیٰ سے سوال کر رہا ہے کہ میں موحد

---

[1] تحفۃ الاحوذی شرح حدیث : 3475

ہوں لہٰذا مجھے فلاں چیز عطا فرما۔

ایمان عمل صالح کے تحت آتا ہے اور عمل صالح کو وسیلہ بنانا درست ہے جیسا کہ حدیث میں ان تین آدمیوں کا ذکر آیا ہے جو ایک غار میں پھنس گئے تھے تو انہوں نے نجات کے لیے اللہ تعالیٰ سے اپنے اعمال صالحہ کو وسیلہ بنا کر دعا کی تھی۔ اس حدیث کا تفصیلی ذکر ہم ان شاء اللہ مناسب جگہ پر کریں گے۔

۲- اللہ تعالیٰ سے حسن ظن: دعا کے آداب میں سے یہ بات بھی ہے کہ دعا کرنے والا اللہ تعالیٰ سے اچھا گمان رکھے اور اپنی دعا کی جلد یا تاخیر سے قبولیت کا یقین رکھے۔ اس یقین کی بنیاد درج ذیل آیات اور اس طرح کی دوسری آیات ہیں۔ مثلاً ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِى عَنِّى فَإِنِّى قَرِيبٌ أُجِيبُ دَعْوَةَ ٱلدَّاعِ إِذَا دَعَانِ ﴾ (البقرة۲/ ۱۸٦)

''اور (اے نبی) جب تم سے میرے بندے میرے بارے میں سوال کریں تو (ان کو بتا دو کہ) بے شک میں تمہارے قریب ہوں' جب کوئی پکارنے والا مجھے پکارتا ہے تو میں اس کی پکار کا جواب دیتا ہوں۔''

اور فرمایا:

﴿ إِنَّكَ سَمِيعُ ٱلدُّعَآءِ ﴿٣٨﴾ ﴾ (آل عمران۳/ ۳۸)

''(اے اللہ!) بے شک تو دعاؤں کو بہت سننے والا ہے۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ کیلئے "سمیع" کا لفظ استعمال ہوا ہے' "سمیع" فعیل کے وزن پر مبالغے کا صیغہ ہے۔ لہٰذا اس کا معنیٰ ہوگا ''بہت سننے والا۔''

اور فرمایا:

﴿ فَٱسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ أَنِّى لَآ أُضِيعُ عَمَلَ عَـٰمِلٍ مِّنكُم مِّن ذَكَرٍ أَوْ

أُنثَىٰ﴾ (آل عمران۳/ ۱۹۵)

''ان کے رب نے ان کی دعا قبول کر لی (اور جواب دیا کہ) میں یقیناً کسی عمل کرنے والے کے عمل کو خواہ وہ مرد ہو یا عورت' ضائع نہیں کرتا۔''

اور فرمایا:

﴿ وَقَالَ رَبُّكُمُ ٱدْعُونِىٓ أَسْتَجِبْ لَكُمْ﴾ (الغافر ٤٠/ ٦٠)

''اور تمہارے رب نے فرمایا ہے تم مجھے پکارو میں تمہاری دعائیں قبول کروں گا۔''

یہ بات شرط کے اسلوب میں کہی گئی ہے کہ گویا قبولیت دعا کے لیے بندے کا پکارنا شرط ہے۔ نیز فرمایا:

﴿ فَٱسْتَغْفِرُوهُ ثُمَّ تُوبُوٓا۟ إِلَيْهِ ۚ إِنَّ رَبِّى قَرِيبٌ مُّجِيبٌ ﴿٦١﴾﴾ (ھود۱۱/ ٦١)

''پس تم اس سے بخشش مانگو اور اس کی طرف پلٹ آؤ' بے شک میرا رب قریب (بھی ہے اور دعا کا) قبول کرنے والا بھی ہے۔''

اور فرمایا:

﴿ وَلَقَدْ نَادَىٰنَا نُوحٌ فَلَنِعْمَ ٱلْمُجِيبُونَ ﴿٧٥﴾﴾ (الصافات۳۷/ ۷۵)

''ہمیں نوح نے پکارا' تو (دیکھ لو کہ) ہم کیا ہی خوب پکار سننے والے ہیں۔''

پس یہ بات سمجھ لینی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے قریب ہے اور وہ اپنے علم' احاطے اور اپنی نگہداشت کی بنیاد پر ہمارے ساتھ ہے اور نبی ﷺ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم قبولیت دعا کا معاملہ اللہ تعالیٰ کو سونپ دیں اور اپنی امیدوں کے برآنے کا یقین رکھیں۔

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«ادْعُوا اللهَ وَأَنْتُمْ مُوقِنُونَ بِالإِجَابَةِ»(جامع الترمذي، الدعوات، باب في إيجاب الدعاء ... الخ، ح:۳٤۷۹)

''اللہ تعالیٰ سے اس حال میں دعا کرو کہ تمہیں قبولیت کا یقین ہو۔''

یعنی تم یہ اعتقاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ اپنی وسیع رحمت اور عظیم فضل کی بنا پر تمہیں نامراد نہیں

کرے گا' بشرطیکہ پکارنے والے کی طرف سے سچی امید اور پرخلوص دعا کا اظہار ہو' کیونکہ اگر آدمی کو اپنی دعا کے قبول ہونے کی سچی امید نہ ہو تو اس کی دعا پرخلوص ہو ہی نہیں سکتی۔

ہم پیچھے سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی وہ حدیث پڑھ چکے ہیں جس میں انہوں نے بتایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«إِنَّ رَبَّكُمْ حَيِيٌّ كَرِيمٌ يَسْتَحْيِي مِنْ عَبْدِهِ إِذَا رَفَعَ يَدَيْهِ إِلَيْهِ، أَنْ يَرُدَّهُمَا صِفْرًا»(سنن أبي داود، الوتر، باب الدعاء، ح:١٤٨٨ وسنن ابن ماجه، أبواب الدعاء، باب رفع اليدين في الدعاء، ح:٣٨٦٥)

''بے شک تمہارا رب شرم و حیا کا مالک ہے' وہ بڑا کریم ہے' وہ اپنے حضور میں اپنے بندے کے اٹھے ہوئے ہاتھوں کو خالی لوٹانے سے شرماتا ہے۔''

یعنی وہ اس حیادار' سخی جیسا معاملہ کرتا ہے جو بغیر مانگے دیتا ہے اور اگر اس سے مانگ لیا جائے تو پھر اس کی سخاوت کا کیا ہی کہنا ہے؟ چنانچہ یہ بتایا کہ وہ اپنے مومن بندے کے دعا کے لیے اٹھے ہوئے ہاتھوں کو خالی لوٹانے سے شرماتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا معاملہ یہ ہے کہ وہ ہمارے ساتھ ہمارے رویے کے مثل معاملہ کرتا ہے۔

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«يَقُولُ اللهُ عَزَّوَجَلَّ: أَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِي بِي، وَأَنَا مَعَهُ حِينَ يَذْكُرُنِي»(صحيح مسلم، الذكر والدعاء، باب الحث على ذكر الله، ح:٢٦٧٥ ومسند أحمد:٢/٢٥١)

''اللہ عزوجل فرماتے ہیں: میں اپنے بندے کے ساتھ اسی طرح کا معاملہ کرتا ہوں جیسا وہ مجھ سے گمان رکھتا ہے' اور میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں جب وہ مجھے یاد کرتا ہے۔''

چنانچہ اگر بندہ اپنے رب کے بارے میں یہ حسن ظن رکھتا ہے کہ وہ اس کو نامراد نہیں

کرے گا تو پھر اسے تسلی رکھنی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ واقعتاً اسے نامراد نہیں کرے گا' وہ اس کی دعائیں قبول کرے گا' لیکن اگر کوئی انسان اللہ تعالیٰ سے بالکل مایوس ہے اور اسے یہ امید ہی نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس کی دعائیں سنے گا یا اس پر رحم کرے گا تو پھر اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ اس کی اس بدگمانی ہی کی مثل معاملہ کرے گا۔

ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''اس جگہ جو بھی اچھی طرح غور وفکر سے کام لے گا یہ بات سمجھ جائے گا کہ اچھے اعمال کی وجہ دراصل اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسن ظن ہی ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کے ساتھ بندہ یہ گمان رکھتا ہے کہ وہ اس کا نیک عمل قبول فرمائے گا اور اسے اس پر اجر دے گا تو وہ نیک عمل کی طرف راغب ہو جاتا ہے۔ چنانچہ اس سے ثابت ہوا کہ نیک اعمال کی وجہ اللہ تعالیٰ سے نیک گمان ہی ہوتا ہے۔ لہٰذا جیسے جیسے آدمی کا اللہ تعالیٰ کے بارے میں گمان اچھا ہوتا جاتا ہے اس کے اعمال بھی اچھے ہوتے جاتے ہیں۔ ①

۳- اعترافِ گناہ: دعا کے آداب میں سے ہے کہ جب تم اپنے خالق کے سامنے کھڑے ہو تو اپنے گناہوں کا اعتراف اور اپنی خطاؤں کا اقرار کرو۔ یہ اعتراف واقرار بندے کی طرف سے اللہ تعالیٰ کے حضور میں کمالِ عبودیت کا عمل ہے۔ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں: بے شک (گناہوں کی معافی کے لیے) سب سے مناسب دعا یہ ہے کہ آدمی یوں کہے:

«اَللّٰهُمَّ أَنْتَ رَبِّي وَأَنَا عَبْدُكَ، ظَلَمْتُ نَفْسِي وَاعْتَرَفْتُ بِذَنْبِي يَارَبِّ فَاغْفِرْ لِي ذَنْبِي إِنَّكَ أَنْتَ رَبِّي إِنَّهُ لاَ يَغْفِرُ الذَّنْبَ إِلاَّ أَنْتَ» (مسند أحمد: ٢/ ٥١٥)

''اے اللہ! تو میرا رب ہے اور میں تیرا بندہ ہوں' میں نے اپنی جان پر ظلم کیا ہے' اے میرے رب! میں اپنے گناہ کا اعتراف کرتا ہوں' تو میرے گناہ بخش دے'

① الجواب الکافی' ص: 23

یقیناً تو ہی میرا رب ہے بات یہ ہے کہ تیرے سوا کوئی اور گناہ بخش ہی نہیں سکتا۔"

اور سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«إِنَّ اللهَ لَيَعْجَبُ إِلَى الْعَبْدِ إِذَا قَالَ: لاَ إِلٰهَ إِلاَّ أَنْتَ إِنِّي قَدْ ظَلَمْتُ نَفْسِي فَاغْفِرْ لِي ذُنُوبِي إِنَّهُ لاَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلاَّ أَنْتَ، قَالَ: عَبْدِي عَرَفَ أَنَّ لَهُ رَبًّا يَغْفِرُ وَيُعَاقِبُ»(المستدرك على الصحيحين للحاكم: ٢/٩٩، ح٢٤٨٢)

"اللہ تعالیٰ بندے پر تعجب کرتا ہے جب وہ کہتا ہے کہ تیرے سوا کوئی الٰہ نہیں' بے شک میں نے اپنی جان پر ظلم کیا' تو میرے گناہ بخش دے' بات یہ ہے کہ تیرے سوا کوئی گناہ بخشنے والا ہے ہی نہیں۔ تب اللہ فرماتے ہیں: کیا میرے بندے کو یقین ہو گیا ہے کہ اس کا کوئی رب ہے؟ جو گناہ بھی بخش سکتا ہے اور سزا بھی دے سکتا ہے۔"

۴۔ مصمم ارادے سے دعا کرنا: سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

«إِذَا دَعَا أَحَدُكُمْ فَلْيَعْزِمِ الْمَسْأَلَةَ وَلاَ يَقُولَنَّ: اللّٰهُمَّ إِنْ شِئْتَ فَأَعْطِنِي، فَإِنَّهُ لاَ مُسْتَكْرِهَ لَهُ»(صحيح البخاري، الدعوات، باب ليعزم المسألة فإنه لا مكره له، ح: ٦٣٣٨)

"جب تم میں سے کوئی دعا کرے تو اسے چاہیے کہ وہ پختہ یقین کے ساتھ دعا کرے' وہ اس طرح ہرگز نہ کہے: اے اللہ! اگر تو چاہتا ہے تو مجھے عطا کر دے' بات دراصل یہ ہے کہ اللہ کی ذات کو کوئی مجبور کرنے والا نہیں ہے۔"

اس حدیث سے مقصود دعا میں اصرار اور اللہ تعالیٰ سے سوال کرنے میں پختگی کا سبق دینا ہے' کیونکہ دعا میں "اگر" یا اس طرح کے عدم یقین کے دیگر کلمات کہنا پختگی اور اصرار کے منافی ہے بلکہ یہ حاجت سے بے پروائی کی دلیل ہے۔

گویا کہ کہنے والا یہ کہہ رہا ہے کہ اے میرے رب! اگر تو میری دعا کو قبول کر لے تو تیرا شکر ہے اور اگر قبول نہ کرے تو میں تجھے اس پر مجبور نہیں کر سکتا۔

۵-بددعا میں شدت اختیار نہ کرنا: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں:

«سُرِقَتْ مِلْحَفَةٌ لَهَا فَجَعَلَتْ تَدْعُو عَلَى مَنْ سَرَقَهَا، فَجَعَلَ النَّبِيُّ ﷺ يَقُولُ: لاَ تُسَبِّخِي عَنْهُ»(سنن ابي داود، الوتر، باب في الدعاء، ح:١٤٩٧، إسناده ضعيف)

''میری چادر چرا لی گئی تو میں چوری کرنے والے کو بددعا دینے لگ گئی' تو نبی ﷺ فرمانے لگے: اس کے گناہ کو (اپنی بددعاؤں سے) ہلکا نہ کر۔''[1]

یعنی اسے بددعا دے کر تم اُس کے اُس گناہ کو کم نہ کرو جس کا وہ چوری کرنے کی وجہ سے حق دار ہو چکا ہے۔

٦- دعا کے الفاظ تین دفعہ دوہرانا: دعا کے الفاظ تین دفعہ دوہرانے میں تاکید اور حصولِ مطلوب کی حرص پائی جاتی ہے۔ دعا کا یہ طریقہ ہمیں احادیث سے ملتا ہے۔ جیسا کہ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

«فَلَمَّا قَضَى النَّبِيُّ ﷺ صَلاَتَهُ رَفَعَ صَوْتَهُ ثُمَّ دَعَا عَلَيْهِمْ، وَكَانَ إِذَا دَعَا، دَعَا ثَلاَثًا، وَإِذَا سَأَلَ، سَأَلَ ثَلاَثًا، ثُمَّ قَالَ: اللّٰهُمَّ عَلَيْكَ بِقُرَيْشٍ، ثَلاَثَ مَرَّاتٍ»(صحيح مسلم، الجهاد، باب ما لقي النبي ﷺ ... الخ، ح:١٧٩٤)

''جب نبی کریم ﷺ نے نماز مکمل کر لی تو آپ نے آواز کو بلند کیا' پھر ان (قریش) پر بددعا کی اور آپ جب بھی دعا (یا بددعا) کرتے تو تین دفعہ (دعا کے) الفاظ دوہراتے' اور جب بھی اللہ سے کچھ مانگتے تو تین دفعہ مانگتے' پھر آپ

[1] ...یہ روایت حبیب بن ابی ثابت کے مدلس ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔

نے تین مرتبہ یہ الفاظ فرمائے: اے اللہ! قریش کو پکڑ۔"

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«مَنْ سَأَلَ الْجَنَّةَ، ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، قَالَتِ الْجَنَّةُ: اللَّهُمَّ! أَدْخِلْهُ الْجَنَّةَ، وَمَنِ اسْتَجَارَ مِنَ النَّارِ، ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، قَالَتِ النَّارُ: اللَّهُمَّ! أَجِرْهُ مِنَ النَّارِ»(سنن ابن ماجه، الزهد، باب صفة الجنة، ح: ٤٣٤٠ ومسند أحمد: ١١٧/٣)

"جو شخص تین دفعہ (اللہ تعالیٰ سے) جنت کا سوال کرتا ہے اس کے لیے جنت یہ دعا کرتی ہے: اے اللہ! تو اس کو جنت میں داخل کر دے اور جو شخص تین دفعہ آگ سے (اللہ کی) پناہ طلب کرتا ہے تو اس کے لیے آگ یہ دعا کرتی ہے: اے اللہ! اس کو آگ سے پناہ دے۔"

<u>۷- جامع کلمات کے ساتھ دعا کرنا:</u> جامع کلمات سے مراد وہ مختصر اور مفید کلمات ہیں' جو تھوڑے الفاظ کے ساتھ بڑے گہرے معنی پر دلالت کرتے ہیں۔ یہ کلمات مقصود کو براہ راست حاصل کر لیتے ہیں۔ ایسے کلمات سے دعا کرنا نبی ﷺ کا طریقہ تھا' اور ایسے کیوں نہ ہوتا جبکہ نبی ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے جامع کلمات سے نوازا تھا؟ آپ کو بہترین الفاظ و معنی عطا کیے گئے تھے۔ کوئی مضمون یا کوئی بات آپ کے منہ سے نکلتی تو ایسے خوبصورت الفاظ میں ڈھلی ہوتی کہ سننے والا اس کو آسانی سے یاد کر لیتا تھا۔

نبی کریم ﷺ لمبی گفتگو پسند کرتے نہ آپ مخاطب کو دشواری میں ڈالنا پسند کرتے تھے۔ جیسا کہ ابوداود کی ایک صحیح روایت میں ہے' جو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے' وہ فرماتی ہیں:

«كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَسْتَحِبُّ الْجَوَامِعَ مِنَ الدُّعَاءِ وَيَدَعُ مَا سِوٰى ذٰلِكَ»(سنن أبي داود، الوتر، باب الدعاء، ح: ١٤٨٢)

"رسول اللہ ﷺ دعا میں جامع کلمات کو پسند کیا کرتے تھے اور غیر جامع کلمات

کو چھوڑ دیتے تھے۔"

کتب حدیث میں نبی ﷺ سے منقول ایسے جامع کلمات کی بہت سی مثالیں موجود ہیں۔ ان میں سے ایک مثال وہ ہے جسے امام مسلم نے فروہ بن نوفل رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے۔ اس میں ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے نبی کریم ﷺ کی اس دعا کے بارے میں پوچھا گیا جو آپ عام طور پر مانگا کرتے تھے تو انہوں نے بتایا کہ نبی کریم ﷺ کہتے تھے:

«اَللّٰهُمَّ! إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا عَمِلْتُ، وَشَرِّ مَا لَمْ أَعْمَلْ»(صحيح مسلم، الذكر والدعاء، باب في الأدعية، ح:٢٧١٦ وسنن أبي داود، الوتر، باب في الاستعاذة، ح:١٥٥٠)

"اے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں ان کاموں کے شر سے جو میں نے کیے ہیں اوران کاموں کے شر سے جو میں نے نہیں کیے۔"

اس دعا میں ہر قسم کے شر سے استعاذہ ہے۔ بعض اوقات آپ ﷺ کی دعا میں بہت زیادہ تفصیل ہوا کرتی تھی جیسا کہ سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ یہ دعا کیا کرتے تھے:

«اَللّٰهُمَّ! اغْفِرْلِي خَطِيئَتِي وَجَهْلِي، وَإِسْرَافِي فِي أَمْرِي، وَمَا أَنْتَ أَعْلَمُ بِهِ مِنِّي، اللّٰهُمَّ! اغْفِرْلِي جِدِّي وَهَزْلِي، وَخَطَئِي وَعَمْدِي وَكُلُّ ذٰلِكَ عِنْدِي، اللّٰهُمَّ! اغْفِرْلِي مَا قَدَّمْتُ وَمَا أَخَّرْتُ، وَمَا أَسْرَرْتُ وَمَا أَعْلَنْتُ، وَمَا أَنْتَ أَعْلَمُ بِهِ مِنِّي، أَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَأَنْتَ الْمُؤَخِّرُ، وَأَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ»(صحيح مسلم، الذكر والدعاء، باب في الأدعية، ح٢٧١٩)

"اے اللہ! میرے گناہ بخش دے اور میری جہالت معاف کر دے اور اپنے معاملے میں میرے اسراف (زیادتی) کو معاف کر دے اور میرے وہ گناہ بھی

معاف کر دے جنہیں تو مجھ سے بہتر جانتا ہے۔ اے اللہ! میری سنجیدگی اور میرے مذاق کو بخش دے۔ میری بھول چوک کی غلطی اور میری ارادی غلطی کو بھی معاف کر دے' کیونکہ یہ سبھی مجھ سے سرزد ہوتے رہتے ہیں اے اللہ! تو میرے اگلے اور پچھلے' چھپے ہوئے اور علانیہ' اور وہ جنہیں تو مجھ سے بہتر جانتا ہے سب گناہ معاف کر دے۔ تو اوّل و آخر ہے اور تو ہر چیز پر قادر ہے۔''

رسول اللہ ﷺ کی ان دعاؤں میں سے جو دنیا اور آخرت کی بھلائیوں کو اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہیں ایک دعا یہ بھی ہے:

«اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ»(صحيح البخاري، الدعوات، باب قول النبي ﷺ، ربنا آتنا في الدنيا ... الخ، ح:٦٣٨٩)

''یا اللہ! اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں بھی بھلائی عطا کر اور آخرت میں بھی بھلائی عطا کر اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچا۔''

یہ ضروری ہے کہ دعا مانگتے ہوئے آدمی اللہ تعالیٰ کو ہمہ وقت یاد رکھے یعنی غفلت کی حالت میں دعا نہ کرے' کیونکہ دعا کرتے ہوئے آدمی اللہ تعالیٰ کے ساتھ سرگوشی کر رہا ہوتا ہے' تو اسے چاہیے کہ ہر کلمہ بلکہ ہر حرف جو اس کے منہ سے نکل رہا ہو' اس کے مدعا اور معانی پر اس کی پوری توجہ ہو۔

اور بہتر یہ ہے کہ آدمی ماثور دعاؤں اور مسنون اذکار کا اہتمام کرے' کیونکہ ان دعاؤں اور ان اذکار میں کسی لغزش کے سرزد ہونے یا کسی غلطی میں پڑنے یا گمراہی کی کسی دلدل میں جا پھنسنے سے بچا رہتا ہے۔ کتنے ہی ایسے کلمات ہیں جو زبان پر بہت ہلکے ہوتے ہیں لیکن جب وہ کسی مومن کے دل سے نکلتے ہیں تو رحمت کے فرشتے ان کلمات کو جلدی سے لے لیتے ہیں اور پھر ان کے لیے آسمان کے دروازے کھول دیے جاتے

ہیں۔کل قیامت کے دن میزان میں وہ کلمات بڑا وزن پائیں گے۔ یہ کلمات رحمٰن کو بڑے محبوب ہیں۔ان کے مقابلے میں کتنی ہی سطروں بلکہ کتنے ہی صفحات پر لکھے ہوئے لمبے چوڑے فضول کلمات عنداللہ کوئی وزن نہیں رکھتے اور ان کلمات سے آدمی کو کچھ فائدہ نہیں ہوتا۔الغرض مختصر بات یہ ہے:

خَيْرُ الْكَلَامِ مَا قَلَّ وَدَلَّ

''بہترین کلام وہ ہے جو تھوڑا اور مدلل ہو۔''

۸- دعا کرنے والا پہلے اپنے لیے دعا کرے: جیسا کہ قرآن مجید میں مومنین کی زبان سے یہ بات وارد ہوئی ہے۔فرمایا:

﴿ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ ﴾

(الحشر ۵۹/ ۱۰)

''اے ہمارے رب! ہمارے اور ہمارے بھائیوں کے جو ہم سے پہلے ایمان لائے ہیں گناہ معاف فرما۔''

اور موسیٰ علیہ السلام نے دعا کرتے ہوئے فرمایا:

﴿ رَبِّ اغْفِرْ لِي وَلِأَخِي وَأَدْخِلْنَا فِي رَحْمَتِكَ ﴾

(الأعراف ۷/ ۱۵۱)

''اے میرے رب! تو مجھے اور میرے بھائی کو معاف فرما اور ہمیں اپنی رحمت میں داخل فرما۔''

اور ابراہیم علیہ السلام نے دعا کرتے ہوئے فرمایا:

﴿ رَبَّنَا اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِينَ يَوْمَ يَقُومُ الْحِسَابُ ﴿٤١﴾ ﴾

(ابراهيم ۱٤/ ٤۱)

''اے ہمارے رب! میری، میرے والدین اور سب مومنوں کی اس دن مغفرت کر دینا جس دن حساب ہوگا۔''

مومنین کی یہ عادت ہے کہ وہ اپنی دعاؤں میں اپنے بھائیوں کو بھی شامل کرتے ہیں تاکہ انہیں بھی بھلائی میں حصہ ملے۔ سیدنا ابن عباس' ابی بن کعب رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں:

«أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ كَانَ إِذَا ذَكَرَ أَحَدًا فَدَعَا لَهُ بَدَأَ بِنَفْسِهِ»

(جامع الترمذي، الدعوات، باب ماجاء أن الداعي يبدأ بنفسه، ح:٣٣٨٥)

''رسول اللہ ﷺ جب کسی کا ذکر کرتے تو اس کے لیے دعا کرتے' اور دعا کی ابتدا اپنے آپ سے کرتے تھے۔''

لیکن رسول اللہ ﷺ کا یہ مستقل طریقہ نہیں تھا۔ کیونکہ صحیح روایت سے یہ بھی ثابت ہے کہ آپ نے کسی کے لیے دعا کی لیکن اس وقت آپ نے اپنے لیے دعا نہیں کی' جیسے ہاجر علیہا السلام کے قصے میں آپ کا فرمان ہے:

«يَرْحَمُ اللهُ أُمَّ إِسْمَاعِيلَ، لَوْ تَرَكَتْ زَمْزَمَ لَكَانَتْ عَيْنًا مَعِينًا»(صحيح البخاري، المساقاة، باب من رأى أن صاحب الحوض ... الخ، ح:٢٣٦٨)

''اللہ ام اسماعیل پر رحم کرے اگر وہ زم زم کو چھوڑ دیتیں تو وہ بہتا ہوا چشمہ بن جاتا۔''

اور سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث میں بھی یہی معاملہ ہے' جس میں آپ نے فرمایا:

«اَللّٰهُمَّ! أَيِّدْهُ بِرُوحِ الْقُدُسِ»(صحيح البخاري، الصلاة، باب الشعر في المسجد، ح:٤٥٣)

''اے اللہ! روح القدس کے ساتھ اس کی مدد فرما۔''

یہ الفاظ آپ نے سیدنا حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے بارے میں کہے تھے۔ اور سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث جس میں آپ نے فرمایا:

«اَللّٰهُمَّ! فَقِّهْهُ فِي الدِّينِ»(صحيح البخاري، الوضوء، باب وضع

الماء عند الخلاء، ح:١٤٣)

''اے اللہ! اس کو دین میں سمجھ عطا فرما۔''

اس کے علاوہ اور بھی بہت سی مثالیں موجود ہیں۔

9۔مستحب اوقات میں دعا کرنا: یہ بھی اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کے کمال ادب میں سے ہے کہ مسلمان ان اوقات میں دعا کرنے کا قصد کریں جو قبولیت کے لیے خاص ہیں۔ ہمارا خیال ہے کہ ہم اس کتاب میں دعا کے اوقاتِ قبولیت کے حوالے سے بھی باقاعدہ ایک باب قائم کریں۔

❀❀❀

چوتھاباب

قبولیت دعا کے لیے مبارک اوقات

ا- رات کے پچھلے پہر دعا کرنا: جب کہ ہر طرف سکون اور خاموشی ہوتی ہے اور لوگ گہری نیند سو رہے ہوتے ہیں' اس وقت جاگنے والی آنکھ' جو وسیع و عریض آسمان کو دیر تک دیکھتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی عظیم اور لامتناہی کائنات میں پھیلی ہوئی مخلوقات میں غور و فکر کرتی ہے' تو اس وقت انسان اپنی حیثیت سے واقف ہو جاتا ہے کہ کائنات کے مقابل میں انسان تو ایک چھوٹا سا ذرہ ہے جو زمین پر ڈال دیا گیا ہے' اس کیفیت میں انسان کے دل میں اللہ تعالیٰ کی عظمت بہت بڑھ جاتی ہے اور وہ ایک محتاج بندے کی حیثیت سے اپنے رب کی طرف لپکتا ہے اور اس کی رحمت کا طلب گار رہتا ہے۔ پس وہ اپنے ہاتھوں کو آسمان کی طرف بلند کرتا ہے' اور اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرتا ہے: اے میرے رب! اپنی رحمت' احسان اور فضل کے ساتھ مجھے سب آفات سے نجات دے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن (جنتی) بندوں کی یہ صفت بیان فرمائی ہے:

﴿ وَبِالْأَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُونَ ۝١٨ ﴾ (الذاریات ۵۱/ ۱۸)

''اور وہ (جنتی لوگ) رات کے پچھلے پہر استغفار کرتے تھے۔''

رات کے وقت اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے زیادہ قریب ہوتا ہے تاکہ وہ ان کے لیے توبہ اور رحمت کے دروازے پوری طرح کھول دے۔ اس ضمن میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«يَتَنَزَّلُ رَبُّنَا تَبَارَكَ وَتَعَالَى كُلَّ لَيْلَةٍ إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا

حِينَ يَبْقَى ثُلُثُ اللَّيْلِ الآخِرُ فَيَقُولُ: مَنْ يَدْعُونِي فَأَسْتَجِيبَ لَهُ، مَنْ يَسْأَلُنِي فَأُعْطِيَهُ، مَنْ يَسْتَغْفِرُنِي فَأَغْفِرَ لَهُ»(صحيح البخاري، التهجد، باب الدعاء والصلاة من آخر الليل، ح:١١٤٥)

''ہمارا بزرگ و برتر پروردگار ہر رات آسمان دنیا پر نزول فرماتا ہے اور جب رات کا آخری تہائی حصہ باقی رہ جاتا ہے تو آواز دیتا ہے: کون ہے جو مجھ سے دعا کرے میں اس کی دعا قبول کروں؛ کون ہے جو مجھ سے سوال کرے میں اس کو (اس کی مطلوبہ چیز) عطا کروں؛ کون ہے جو مجھ سے بخشش طلب کرے تو میں اسے بخش دوں۔''

ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں مجھے عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ میں نے نبی ﷺ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے:

«أَقْرَبُ مَا يَكُونُ الرَّبُّ مِنَ الْعَبْدِ فِي جَوْفِ اللَّيْلِ الأخِرِ، فَإِنِ اسْتَطَعْتَ أَنْ تَكُونَ مِمَّنْ يَذْكُرُ اللهَ فِي تِلْكَ السَّاعَةِ فَكُنْ»(جامع الترمذي، الدعوات، باب في دعاء الضيف، ح:٣٥٧٩)

''اللہ تعالیٰ رات کے آخری پہر میں بندے کے زیادہ قریب ہوتا ہے۔ اگر تمہارے لیے یہ ممکن ہو کہ تم ان اوقات میں اللہ کو یاد کرو تو ایسا ضرور کرو۔''

ہمیں اس بات کا تصور کرنا چاہیے کہ رب اپنے بندے کے زیادہ قریب ہوتا ہے اور ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمیں ایسے بندوں میں شامل کر لے جن کے وہ قریب ہوتا ہے۔ سیدنا ابوسعید اور سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہما سے مروی صحیح روایت میں ہے وہ دونوں بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«إِنَّ اللهَ يُمْهِلُ، حَتَّى إِذَا ذَهَبَ ثُلُثُ اللَّيْلِ الأَوَّلُ نَزَلَ إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا، فَيَقُولُ: هَلْ مِنْ مُسْتَغْفِرٍ! هَلْ مِنْ تَائِبٍ!

هَلْ مِنْ سَائِلٍ! هَلْ مِنْ دَاعٍ! حَتَّى يَنْفَجِرَ الْفَجْرُ»(صحیح مسلم، صلاة المسافرين، باب في الترغيب في الدعاء، ح:٧٥٨)

''اللہ تعالیٰ توقف کرتا ہے' یہاں تک کہ جب ایک تہائی رات گزر جاتی ہے تو آسمان دنیا پر نزول فرماتا ہے' اورآواز دیتا ہے کہ ہے کوئی مغفرت کا طلبگار (میں اس کی مغفرت کروں؟)' ہے کوئی توبہ کرنے والا (میں اس کی توبہ قبول کروں؟)' ہے کوئی سائل (میں اسے عطا کروں؟)' ہے کوئی دعا کرنے والا (میں اس کی دعا قبول کروں؟)' (اللہ اسی طرح فرماتا رہتا ہے) یہاں تک کہ فجر طلوع ہو جاتی ہے۔''

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«يَنْزِلُ اللهُ فِي السَّمَاءِ الدُّنْيَا لِشَطْرِ اللَّيْلِ، أَوْ ثُلُثِ اللَّيْلِ الْآخِرِ، فَيَقُولُ: مَنْ يَدْعُونِي فَأَسْتَجِيبَ لَهُ! أَوْ يَسْأَلُنِي فَأُعْطِيَهُ! ثُمَّ يَقُولُ: مَنْ يُقْرِضُ غَيْرَ عَدِيمٍ وَلَا ظَلُومٍ»

(صحيح مسلم، صلاة المسافرين، باب في الترغيب في الدعاء، ح:٧٥٨)

''اللہ تعالیٰ نصف رات یا رات کے آخری تہائی حصے میں آسمان دنیا پر نزول فرماتا ہے' پھر وہ آواز دیتا ہے' کون ہے جو مجھ سے دعا کرے' میں اس کی دعا قبول کروں' یا مجھ سے سوال کرے میں اسے عطا کروں' پھر فرماتا ہے کون ہے جو ایسی ذات کو قرض دے جو فقیر ہے نہ ظالم؟''

۲- اذان اور اقامت کے درمیان دعا کرنا: سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

«اَلدُّعَاءُ بَيْنَ الْأَذَانِ وَالْإِقَامَةِ يُسْتَجَابُ، فَادْعُوا»(صحيح ابن بلبان بترتيب ابن حبان: ٤/ ٥٩٤، ح:١٦٩٦)

''اذان اور اقامت کے درمیان دعا قبول کی جاتی ہے' پس تم دعا مانگا کرو۔''

۳- نماز میں دعا کرنا: نماز میں دعا کرنا شرعاً صحیح ہے' بلکہ مستحب ہے۔ سیدنا ابوہریرہ

رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«لَيَنْتَهِيَنَّ أَقْوَامٌ عَنْ رَفْعِهِمْ أَبْصَارَهُمْ، عِنْدَ الدُّعَاءِ فِي الصَّلَاةِ، إِلَى السَّمَاءِ أَوْ لَتُخْطَفَنَّ أَبْصَارُهُمْ»(صحيح مسلم، الصلاة، باب النهي عن رفع البصر إلى السماء في الصلاة، ح:٤٢٩)

''لوگ دورانِ نماز میں اپنی نگاہوں کو آسمان کی طرف بلند کرنے سے باز آ جائیں ورنہ ان کی نگاہیں اُچک لی جائیں گی۔''

ویسے تو ساری نماز ہی کے دوران میں آسمان کی طرف نگاہ بلند کرنا حرام ہے لیکن نماز میں دعا کے وقت ایسا کرنا خصوصاً حرام ہے کیونکہ عام طور پر دعا کے وقت نگاہ آسمان کی طرف بلند ہو جاتی ہے دورانِ نماز میں جن مواقع پر دعا کرنا درست ہے وہ درج ذیل ہیں۔

(۱) ابتدائے نماز میں تکبیر تحریمہ کے بعد۔

(۲) وتروں میں رکوع سے قبل اور قراءت سے فارغ ہونے کے بعد یا کسی پیش آمد معاملے پر۔

(۳) رکوع سے اٹھنے کے بعد جیسا کہ صحیح مسلم میں عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے مروی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب رکوع سے سر اٹھاتے تو کہتے:

«سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ، اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا! لَكَ الْحَمْدُ، مِلْءَ السَّمٰوَاتِ وَمِلْءَ الأَرْضِ، وَمِلْءَ مَا شِئْتَ مِنْ شَيْءٍ بَعْدُ»

(صحيح مسلم، الصلاة، باب ما يقول إذا رفع رأسه من الركوع، ح:٤٧٦)

''اللہ نے سن لی اس (بندے) کی بات جس نے اس کی تعریف کی' اے ہمارے اللہ! تیرے ہی لیے ساری تعریف ہے آسمانوں' زمین اور ہر اس چیز کے بھراؤ کے برابر جو تو چاہے۔''

اسی روایت میں ایک دوسری سند سے ان الفاظ کا اضافہ بھی ہے:

«اَللّٰهُمَّ طَهِّرْنِي بِالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ وَالْمَاءِ الْبَارِدِ، اللّٰهُمَّ! طَهِّرْنِي

مِنَ الذُّنُوبِ وَالْخَطَايَا، كَمَا يُنَقَّى الثَّوْبُ الأَبْيَضُ مِنَ الْوَسَخِ»(صحيح مسلم، الصلاة، باب ما يقول إذا رفع رأسه من الركوع، ح:٤٧٦)

اے اللہ! مجھے برف' اولوں اور ٹھنڈے پانی سے پاک کر دے۔اے اللہ! مجھے گناہوں اور خطاؤں سے پاک کر دے جیسے سفید کپڑا میل کچیل سے صاف کیا جاتا ہے۔''

(٤) رکوع میں نبی ﷺ کہا کرتے تھے:

«سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ، اللَّهُمَّ اغْفِرْلِي»(صحيح البخاري، الأذان، باب الدعاء في الركوع، ح:٧٩٤)

''اے اللہ ہمارے رب! تو پاک ہے ہم تیری ہی تعریف بیان کرتے ہیں' اے اللہ! مجھے بخش دے۔''

(٥) سجدوں میں (اور آپ اکثر اوقات سجدے میں دعا کیا کرتے تھے۔)

(٦) دو سجدوں کے درمیان۔

(٧) تشہد کے بعد سلام سے پہلے۔

ہمارے لیے یہ بات مستحسن ہوگی کہ ہم ان سات مواقع میں آٹھویں کا بھی اضافہ بیان کر دیں۔وہ آٹھواں موقع وہ ہے جس کا ذکر صحیح مسلم میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نماز میں تلاوت قرآن کے دوران میں دعا کیا کرتے تھے۔سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

«صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ ذَاتَ لَيْلَةٍ، فَافْتَتَحَ الْبَقَرَةَ فَقُلْتُ: يَرْكَعُ عِنْدَ الْمِائَةِ ثُمَّ مَضَى، فَقُلْتُ: يُصَلِّي بِهَا فِي رَكْعَةٍ، فَمَضَى، فَقُلْتُ: يَرْكَعُ بِهَا، ثُمَّ افْتَتَحَ النِّسَاءَ فَقَرَأَهَا، ثُمَّ افْتَتَحَ آلَ عِمْرَانَ فَقَرَأَهَا، يَقْرَأُ مُتَرَسِّلًا، إِذَا مَرَّ بِآيَةٍ فِيهَا تَسْبِيحٌ سَبَّحَ، وَإِذَا مَرَّ بِسُؤَالٍ سَأَلَ، وَإِذَا مَرَّ بِتَعَوُّذٍ تَعَوَّذَ،

ثُمَّ رَكَعَ فَجَعَلَ يَقُولُ: سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ فَكَانَ رُكُوعُهُ نَحْوًا مِنْ قِيَامِهِ، ثُمَّ قَالَ: سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ، ثُمَّ قَامَ طَوِيلًا، قَرِيبًا مِمَّا رَكَعَ، ثُمَّ سَجَدَ فَقَالَ: سُبْحَانَ رَبِّيَ الأَعْلٰى فَكَانَ سُجُودُهُ قَرِيبًا مِنْ قِيَامِهِ»(صحيح مسلم، صلاة المسافرين، باب استحباب تطويل القراءة في صلاة الليل، ح: ٧٧٢)

''میں نے ایک رات نبی ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی' چنانچہ آپ نے سورۂ بقرہ کی تلاوت شروع کی' میں نے خیال کیا کہ آپ سو آیات پوری کر کے رکوع کریں گے' لیکن آپ پڑھتے گئے' تو میں نے سوچا کہ آپ ایک ہی رکعت میں سورۂ بقرہ مکمل کریں گے مگر آپ نے سورۂ نساء کی تلاوت شروع کر دی اور اسے مکمل کیا پھر آپ نے آل عمران کی تلاوت شروع کر دی اور اسے بھی آپ نے پڑھ ڈالا آپ ٹھہر ٹھہر کر تلاوت کر رہے تھے' جب کوئی تسبیح کی آیت آتی تو آپ تسبیح کرتے' جب کوئی مانگنے والی آیت آتی تو آپ اللہ سے مانگتے اور جب پناہ طلب کرنے کا موقع آتا تو آپ اللہ کی پناہ بھی طلب کرتے' پھر آپ نے رکوع کیا اور رکوع میں ((سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْم)) کی تسبیح کرتے رہے۔ آپ کا رکوع بھی اتنا لمبا تھا جتنا آپ کا قیام' پھر آپ نے ((سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَه)) کہا' پھر آپ نے اتنا لمبا قیام کیا جتنا آپ نے رکوع کیا تھا' پھر آپ نے سجدہ کیا اور سجدہ میں ((سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى)) کی تسبیح کرتے رہے' اور آپ کا سجدہ اتنا لمبا تھا جتنا آپ کا قیام تھا۔''

وہ احادیث جن میں قراءت کے دوران میں دعا مانگنے کا ذکر ہے ان میں سے اکثر کا تعلق رات کی نماز سے ہے۔

۴- سجدے میں دعا کرنا: نماز میں سجدے کی حالت بندۂ مومن کے لیے اللہ کی بندگی

کے حوالے سے بہترین حالت ہے اور یہی دعا کے لیے سب سے اچھا موقع ہوتا ہے اور ایسا کیوں نہ ہو۔ کسی مومن کے لیے اپنے رب کے سامنے عاجزی اور پستی کو اختیار کرتے ہوئے اپنی پیشانی جھکانا اور اس کے قدموں میں سر رکھ دینا بہت مرغوب ہوتا ہے۔ اس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ اپنے ساجد بندے کو بہترین مکافات عنائت فرماتا اور اپنے قرب کا شرف بخشتا ہے۔ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«أَقْرَبُ مَا يَكُونُ الْعَبْدُ مِنْ رَبِّهِ وَهُوَ سَاجِدٌ، فَأَكْثِرُوا الدُّعَاءَ» (صحيح مسلم، الصلاة، باب ما يقال في الركوع والسجود؟، ح: ٤٨٢)

''بندہ سجدے کی حالت میں اللہ سے سب سے زیادہ قریب ہوتا ہے پس اس موقع پر خوب دعائیں کیا کرو۔''

اللہ تعالیٰ نے رکوع کی حالت میں قرآن پڑھنے سے منع کیا ہے تا کہ آدمی اللہ تعالیٰ کی تسبیح اور تحمید بیان کرے اور سجدے میں اس لیے منع کیا ہے تا کہ آدمی اس موقع پر دعا اور سوال کرے۔ چنانچہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے' انہوں نے کہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے حجرے کا پردہ ہٹایا تو دیکھا کہ لوگ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پیچھے صفیں باندھے کھڑے ہیں۔ یہ واقعہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض الموت کا ہے۔ تو آپ نے فرمایا:

«أَيُّهَا النَّاسُ! إِنَّهُ لَمْ يَبْقَ مِنْ مُبَشِّرَاتِ النُّبُوَّةِ إِلاَّ الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ يَرَاهَا الْمُسْلِمُ، أَوْ تُرٰى لَهُ، أَلاَ وَإِنِّي نُهِيتُ أَنْ أَقْرَأَ الْقُرْآنَ رَاكِعًا أَوْ سَاجِدًا، فَأَمَّا الرُّكُوعُ فَعَظِّمُوا فِيهِ الرَّبَّ عَزَّوَجَلَّ، وَأَمَّا السُّجُودُ فَاجْتَهِدُوا فِي الدُّعَاءِ، فَقَمِنٌ أَنْ يُسْتَجَابَ لَكُمْ» (صحيح مسلم، الصلاة، باب النهي عن قراءة القرآن في الركوع والسجود، ح: ٤٧٩)

''اے لوگو! نبوت کی خوشخبریوں میں سے کوئی چیز باقی نہیں رہی سوائے اچھے

خواب کے' جسے خود مسلمان دیکھتا ہے یا اس کے حق میں کسی اور کو دکھایا جاتا ہے۔
آگاہ رہو' مجھے رکوع اور سجدے میں قرآن پڑھنے سے منع کر دیا گیا ہے' پس تم
رکوع میں اپنے رب کی عظمت بیان کرو' اور سجدے میں خوب دعا مانگو' تو قریب
ہے کہ تمہاری دعا سن لی جائے۔"

یعنی دعا کا یہ موقع اس بات کا زیادہ حق دار ہے کہ اس میں دعا قبول کی جائے'
کیونکہ اس موقع پر بندہ اپنے رب عزوجل کے بہت قریب ہوتا ہے۔

۵-نمازوں کے بعد دعا کرنا: سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز
سے سلام پھیرتے تو تین دفعہ استغفار پڑھتے اور پھر یہ کلمات کہتے:

«اَللّٰهُمَّ! أَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ، تَبَارَكْتَ يَاذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَام»(صحيح مسلم، المساجد، باب استحباب الذكر بعد الصلاة وبيان صفته، ح٥٩١ وسنن أبي داود، الوتر، باب ما يقول الرجل إذا سلم، ١٥١٢-١٥١٣)

"اے اللہ! تو ہی سلامتی والا ہے اور تیری ہی جانب سے سلامتی ہے' اے
ذوالجلال والاکرام تو بڑا ہی بابرکت ہے۔"

سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑا اور
فرمایا: "اے معاذ! اللہ کی قسم میں تجھ سے محبت کرتا ہوں۔" میں نے کہا میں بھی آپ سے
محبت رکھتا ہوں پھر آپ نے فرمایا: (جب تو مجھ سے محبت رکھتا ہے تو میں تجھے وصیت کرتا
ہوں کہ) ہر (فرض) نماز کے بعد یہ (دعا) پڑھنا نہ چھوڑنا:

«اَللّٰهُمَّ! أَعِنِّي عَلَى ذِكْرِكَ، وَشُكْرِكَ، وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ»
(سنن أبي داود، الوتر، باب في الاستغفار، ح:١٥٢٢ ومسند أحمد:٥/٢٤٥)

"اے اللہ! ذکر کرنے' شکر کرنے اور اچھی عبادت کرنے میں میری مدد کر۔"

نمازوں کے بعد دعا کے شرعاً درست ہونے کے بارے میں بہت سے دلائل موجود ہیں۔ [1]

۶- اذان اور جنگ کی سختی کے موقع پر دعا کرنا: یہ دونوں بڑی اہمیت رکھنے والے مواقع ہیں' ان میں سے ایک اذان کا موقع ہے اور دوسرا لشکروں کے بھڑنے کا ہے۔

سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«ثِنْتَانِ لاَ تُرَدَّانِ ـ أَوْ قَلَّ مَا تُرَدَّانِ ـ اَلدُّعَاءُ عِنْدَ النِّدَاءِ، وَعِنْدَ الْبَأْسِ حِينَ يُلْحِمُ بَعْضُهُمْ بَعْضًا» (سنن أبي داود، الجهاد، باب الدعاء عند اللقاء، ح: ٢٥٤٠)

[1] فرض نماز کے بعد دعا کا مسئلہ : ہر فرض نماز کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول مذکورہ دعائیں' اس بات کا ثبوت ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے بعد دعا مانگا کرتے تھے۔ لیکن یہ دعا کس طرح ہوتی تھی؟ بس یہی نکتہ سمجھنے والا ہے جس سے یہ مسئلہ آسانی سے سمجھ میں آ سکتا ہے۔ ظاہر بات ہے کہ نماز سے فراغت یا ضروری ذکر و اذکار کے بعد یا پہلے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ اٹھا کر دعا نہیں مانگی' بلکہ بغیر ہاتھ اٹھائے مذکورہ دعائیں پڑھیں' اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی اسی طرح پڑھنے کا حکم دیا۔ اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ مقتدی اور امام دونوں کا باہم مل کر مروجہ طریقے سے دعا مانگنا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا معمول نہیں تھا' اس لیے کسی بھی صحیح حدیث میں یہ مروجہ طریقہ بیان نہیں کیا گیا۔ البتہ انفرادی طور پر ہر شخص جب چاہے دعا مانگ سکتا ہے' اس میں نماز کے بعد کا وقت بھی شامل ہے۔ لیکن اجتماعی دعا کو معمول بنا لینا یا اسے ضروری سمجھنا' دونوں باتیں ہی بلا دلیل ہیں۔ ہمیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مذکورہ دعائیں یاد کرنی چاہئیں اور ہر فرض نماز کے بعد انہی دعاؤں اور تسبیحات کو معمول بنانا چاہیے' نہ کہ ان کو نظر انداز کر کے اپنے مروجہ طریقوں کو اپنانے پر اصرار کریں۔

البتہ کبھی کبھی حسب ضرورت نماز کے بعد اجتماعی دعا کی جا سکتی ہے۔ جیسے نماز کے بعد کوئی نمازی کہے کہ فلاں شخص بیمار ہے' یا میری فلاں حاجت ہے' اس کے لیے دعا فرما دیں۔ اس قسم کی صورتوں میں اپنے کسی مسلمان بھائی کی حاجت یا تکلیف کے ازالے کے لیے سب مسلمانوں کا مل کر دعا کرنا جائز' بلکہ مستحب ہے۔

اس سے یہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے کہ جس طرح مستقل طور پر مروجہ اجتماعی دعا کا کوئی ثبوت نہیں ہے' اسی طرح نماز کے فوراً بعد "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه" کا اجتماعی ورد یا "اَلصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰه" وغیرہ کا ورد' یہ سب خود ساختہ طریقے ہیں' جن کا اس موقع پر پڑھنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں۔

''دو چیزیں رد نہیں کی جاتی (یا آپ نے فرمایا) وہ کم ہی رد کی جاتی ہیں' اذان کے وقت کی دعا اور جنگ کی سختی کے موقع پر کی جانے والی دعا جبکہ گھمسان کا رن پڑا ہو۔''

۷- جمعہ کے دن کی خاص گھڑی میں دعا کرنا: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«فِي يَوْمِ الْجُمُعَةِ سَاعَةٌ لاَ يُوَافِقُهَا مُسْلِمٌ وَهُوَ قَائِمٌ يُصَلِّي يَسْأَلُ اللّٰهَ خَيْرًا إِلاَّ أَعْطَاهُ، وَقَالَ بِيَدِهِ؛ قُلْنَا، يُقَلِّلُهَا يُزَهِّدُهَا»(صحيح البخاري، الدعوات، باب الدعاء في الساعة التي يوم الجمعة، ح: ٦٤٠٠)

''جمعے کے دن میں ایک ایسی گھڑی ہے کہ جس مسلمان بندے کو وہ میسر آ جائے اور وہ کھڑا نماز پڑھ رہا ہو' تو وہ اللہ سے جس چیز کا سوال کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے ضرور عطا فرما دیتا ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کر کے بتایا کہ وہ گھڑی مختصر سی ہوتی ہے۔''

علماء نے اس گھڑی کی تعیین میں کئی آراء دی ہیں' ان میں سے زیادہ راجح یہ ہے کہ یہ گھڑی نماز عصر کے بعد ہوتی ہے۔ جو اس معاملے میں تحقیق کرنا چاہتا ہو اور مزید معلومات حاصل کرنا چاہتا ہوں وہ زادالمعاد کو دیکھ لے۔ [1]

یہ اس عظیم دن کے چند خصائص ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے ہفتے کے سارے دنوں پر فضیلت دی ہے۔

۸- یوم عرفہ کو دعا کرنا: یہ ایک عظیم دن ہے جس میں بہت سے مسلمان ایک ہی جگہ پر جمع ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ فرشتوں کے سامنے ان بندوں پر فخر کرتے ہیں۔ یوم عرفہ کی

---

[1] زادالمعاد : 104/1

دعا کو اللہ تعالیٰ نے بہترین دعا قرار دیا ہے۔ عمرو اپنے والد شعیب سے اور وہ (شعیب) اپنے دادا عبداللہ بن عمرو سے روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

«خَيْرُ الدُّعَاءِ دُعَاءُ يَوْمِ عَرَفَةَ، وَخَيْرُ مَا قُلْتُ أَنَا وَالنَّبِيُّونَ مِنْ قَبْلِي: لاَ إِلَهَ إِلاَّ اللهُ وَحْدَهُ لاَ شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ»(جامع الترمذي، الدعوات، باب في دعاء يوم عرفة، ح:٣٥٨٥)

''بہترین دعا یوم عرفہ کی دعا ہے اور بہترین بات جو میں نے اور مجھ سے پہلے نبیوں نے کہی وہ یہ ہے کہ اللہ کے سوا کوئی (سچا) معبود نہیں' وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں' اسی کی بادشاہی ہے اور اسی کے لیے ساری تعریف ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔''

۹۔ مرغ کی اذان سن کر دعا کرنا: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

«إِذَا سَمِعْتُمْ صِيَاحَ الدِّيكَةِ فَاسْأَلُوا اللهَ مِنْ فَضْلِهِ فَإِنَّهَا رَأَتْ مَلَكًا، وَإِذَا سَمِعْتُمْ نَهِيقَ الْحِمَارِ فَتَعَوَّذُوا بِاللهِ مِنَ الشَّيْطَانِ، فَإِنَّهَا رَأَتْ شَيْطَانًا»(صحيح مسلم، الذكر والدعاء، باب الدعا عند صياح الديك، ح:٢٧٢٩ وجامع الترمذي، الدعوات، باب ما يقول إذا سمع نهيق الحمار، ح:٣٤٥٩)

''جب تم مرغ کی اذان سنو تو اللہ تعالیٰ سے اس کا فضل مانگو' کیونکہ وہ فرشتے کو دیکھتا ہے (تو اذان دیتا ہے) اور جب تم گدھے کا رینکنا سنو' تو اللہ کی پناہ مانگو شیطان مردود سے' کیونکہ وہ شیطان کو دیکھتا ہے (تو رینکتا ہے۔)''

قاضی عیاض اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں کہ اس حدیث میں مرغ کی اذان کے موقع پر دعا مانگنے کا جو حکم آیا ہے شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ اس موقع پر فرشتے اس کی دعا پر

آمین کہتے ہوں اس کے لیے استغفار کرتے ہوں اور اس کے اخلاص اور تضرع کی گواہی دیتے ہوں اور اسی حدیث میں شیطان کے شر اور اس کے وسوسے سے تعوذ کا حکم دیا گیا ہے اس کا یہ فائدہ ہے کہ وہ اس دعا میں اللہ کا سہارا لیتا ہے۔

۱۰- میت کی آنکھیں بند کرتے وقت دعا کرنا: جس وقت روح جسم سے نکلتی ہے تو یقیناً وہ وقت بہت خوف ناک ہوتا ہے۔ کیونکہ روح ایک عرصہ دراز تک جسم میں رہنے کے بعد اب اس جسم سے جدا ہو رہی ہے۔ جو کہ جنت اور اس کی ابدی نعمتوں کی طرف پرواز کر رہی ہوتی ہے یا پھر جہنم اور اس کے عذاب کی طرف اور جبکہ فرشتے صف بستہ ہو کر اس روح کے نکلنے کے منتظر ہوتے ہیں تو ان لحات میں موجود لوگوں کو بس خیر اور بھلائی کی بات ہی کہنی چاہیے اس لیے کہ فرشتے ان کی دعاؤں پر آمین کہتے ہیں جیسا کہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

«دَخَلَ رَسُولُ اللهِ ﷺ عَلَى أَبِي سَلَمَةَ وَقَدْ شَقَّ بَصَرُهُ، فَأَغْمَضَهُ، ثُمَّ قَالَ: إِنَّ الرُّوحَ إِذَا قُبِضَ تَبِعَهُ الْبَصَرُ، فَضَجَّ نَاسٌ مِنْ أَهْلِهِ فَقَالَ: لَا تَدْعُوا عَلَى أَنْفُسِكُمْ إِلَّا بِخَيْرٍ، فَإِنَّ الْمَلَائِكَةَ يُؤَمِّنُونَ عَلَى مَا تَقُولُونَ ثُمَّ قَالَ: اللَّهُمَّ! اغْفِرْ لِأَبِي سَلَمَةَ وَارْفَعْ دَرَجَتَهُ فِي الْمَهْدِيِّينَ وَاخْلُفْهُ فِي عَقِبِهِ فِي الْغَابِرِينَ، وَاغْفِرْ لَنَا وَلَهُ يَارَبَّ الْعَالَمِينَ وَافْسَحْ لَهُ فِي قَبْرِهِ، وَنَوِّرْ لَهُ فِيهِ»(صحيح مسلم، الجنائز، باب في إغماض الميت والدعاء له، إذا حُضر، ح: ۹۲۰)

''رسول اللہ ﷺ ابوسلمہ کے پاس آئے اس حال میں کہ ان کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں تو آپ نے ان کی آنکھوں کو بند کیا اور فرمایا: جب روح قبض کی جاتی ہے تو نگاہ اس کا پیچھا کرتی ہے۔ پھر ان کے گھر والوں میں سے کچھ لوگ چلانے لگے تو آپ نے فرمایا: اپنے بارے میں بھلائی کے سوا کوئی بات نہ کہو کیونکہ

فرشتے اس پر آمین کہتے ہیں جو تم کہتے ہو۔ پھر آپ نے فرمایا: اے اللہ! ابوسلمہ کی مغفرت کر دے اور ہدایت پانے والوں میں اس کا درجہ بلند کر دے اور اس کے بعد اس کے پسماندگان میں تو اس کا جانشین بن جا' اور اے جہانوں کے پروردگار! ہماری اور اس کی مغفرت فرما' اور اس کی قبر کو کشادہ کر دے اور اس کی قبر کو اس کے لیے روشن کر دے۔"

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ملائکہ جب میت کے پاس موجود لوگوں کی دعا پر آمین کہتے ہیں تو پھر ضروری ہے کہ اس موقع پر بھلائی ہی کی دعا کی جائے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ کسی شخص کی وفات کے وقت اس کے لیے' اس کے گھر والوں کے لیے' اس کی اولاد کے لیے' دنیا اور آخرت کے امور کے حوالے سے' دعا کرنا مستحب ہے۔

۱۱-لیلۃ القدر میں دعا کرنا: یہ رات بابرکت راتوں میں سے ہے اور ان قبولیت دعا کے اوقات میں سے ہے جن میں سائلوں اور دعا کرنے والوں کے لیے آسمانوں کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں۔ اس بات کی وضاحت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی دعا میں رغبت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیے گئے اس سوال سے بھی ہوتی ہے کہ جب انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ اے اللہ کے رسول! اگر مجھے لیلۃ القدر میسر آ جائے تو میں اللہ تعالیٰ سے کیا دعا کروں؟ آپ نے فرمایا: تم یہ دعا مانگنا:

«اَللّٰهُمَّ! إِنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ، فَاعْفُ عَنِّي»(سنن ابن ماجه، الدعاء، باب الدعاء بالعفو والعافية، ح:٣٨٥٠ ومسند أحمد:٦/٢٥٨ وجامع الترمذي، الدعوات، باب في فضل سؤال العافية والمعافاة، ح:٣٥١٣)

"اے اللہ! یقیناً تو بہت زیادہ معاف کرنے والا ہے' معافی کو پسند کرتا ہے پس مجھے معاف کر دے۔"

۱۲- بارش برستے وقت دعا کرنا: جس وقت بارش برس رہی ہوتی ہے تو وہ رحمت کے نزول کا وقت ہوتا ہے۔ سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

«ثِنْتَانِ لاَ تُرَدَّانِ: اَلدُّعَاءُ عِنْدَ النِّدَاءِ، وَتَحْتَ الْمَطَرِ»
(المستدرك على الصحيحين للحاكم، الجهاد: ٢/ ١١٤، ح: ٢٥٣٤ وصحيح الجامع الصغير، ح: ٣٠٧٨)

''دو دعائیں ایسی ہیں جو مسترد نہیں کی جاتیں' ایک اذان کے وقت کی جانے والی دعا اور دوسری بارش کے دوران میں کی جانے والی دعا۔''

❀ ❀ ❀

پانچواں باب

وہ حالات جن میں دعا خصوصاً قبول ہوتی ہے

ان اوقات کا مطالعہ کرنے کے بعد کہ جن میں دعا کرنا مستحب ہے اب ہم ان حالات کو بیان کرتے ہیں جن میں دعا قبول کی جاتی ہے۔

ا-مظلوم کی دعا: مظلوم کی دعا سے مراد اس شخص کے حق میں دعا ہے جو اس کی مدد کرتا' اس کا ساتھ دیتا' اسے تسلی دیتا اور اس کے غم کو ہلکا کرتا ہے' یا اس شخص کے خلاف بددعا ہے جو اس پر کسی نوعیت کا ظلم کرتا ہے۔

مظلوم کی دعا کے قبول ہونے کے بارے میں بہت سی احادیث آئی ہیں' ان میں سے چند درج ذیل ہیں۔

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«اِتَّقُوا دَعَوَاتِ الْمَظْلُومِ فَإِنَّهَا تَصْعَدُ إِلَى السَّمَاءِ كَأَنَّهَا شِرَارٌ» (المستدرك على الصحيحين للحاكم، الايمان: ١/ ٢٩، ح٨١)

''مظلوم کی بددعا سے ڈرو کیونکہ وہ آسمان کی طرف ایسے جاتی ہے جیسے کہ وہ (اڑتی ہوئی) چنگاری ہو۔''

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«اِتَّقُوا دَعْوَةَ الْمَظْلُومِ وَإِنْ كَانَ كَافِرًا، فَإِنَّهُ لَيْسَ دُونَهَا حِجَابٌ» (مسند احمد: ٣/ ١٥٣)

''مظلوم کی بددعا سے ڈرو اگرچہ وہ کافر ہی کیوں نہ ہو' کیونکہ اس (مظلوم کی

بد دعا) کے اللہ تک پہنچنے میں کوئی رکاوٹ نہیں ہوتی۔"

اس سے مراد یہ ہے کہ اس کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کوئی پردہ نہیں ہوتا اور نہ اس کی قبولیت میں کوئی تاخیر ہوتی ہے بلکہ اللہ رب العزت کی جانب سے فوراً اس کی جزا دی جاتی ہے۔ کیا ہی خوب شعر کہے ہیں جس نے بھی کہے ہیں:

لاَ تَظْـلِمَنَّ إِذَا مَا كُنْتَ مُقْتَدِراً
فَالظُّلْمُ اٰخِــرُهُ يَـأْتِيكَ بِالنَّـدَمِ
نَامَتْ عُـيُونُكَ وَالْمَظْلُومُ مُنْتَبِهٌ
يَدْعُو عَلَيْكَ وَعَيْنُ اللهِ لَمْ تَـنَمِ

"جب تو صاحب اقتدار ہو تو ہرگز ظلم نہ کرنا' کیونکہ تیرا ظلم بالآخر ندامت بن کر تیرے سامنے آئے گا۔"

"تیری آنکھیں نیند کے مزے لے رہی ہوتی ہیں جبکہ مظلوم بیدار رہ کر تیرے خلاف بد دعا کر رہا ہوتا ہے اور (یاد رکھ کہ) اللہ کی آنکھ بھی نہیں سوتی۔"

<u>۳٬۲- مسافر اور باپ کی دعا:</u> مسافر کی دعا مقبول ہوتی ہے جبکہ وہ سفر اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری میں کر رہا ہو' جیسے دعوت دینے' عبادت کو بجا لانے یا علم کے حصول کے لیے خصوصاً علم شریعت یعنی وہ علم جس سے تقرب الٰہی مطلوب ہو' کے لیے کیے جانے والے سفر مراد ہیں۔ جہاں تک ان سفروں کا تعلق ہے جو معصیت کے لیے کیے ہیں تو وہ ظاہر ہے کہ اس میں شامل نہیں ہیں۔

مسافر کی دعا مقبول ہونے میں کیا راز ہے یہ حقیقتاً اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے' لیکن اس طرف خیال جاتا ہے کہ شاید مسافر کے غریب الوطن ہونے اور اپنے اہل وعیال اور دوست احباب سے دور ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس پر اپنی رحمت اور اپنا فضل کرتے ہیں' چنانچہ اس کا مستجاب الدعوات ہونا اللہ تعالیٰ کے اسی فضل وکرم کا اظہار ہوتا ہے۔ مسافر کے

مستجاب الدعوات ہونے کا ذکر حدیث میں بھی آیا ہے۔ جو سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

«ثَلاَثُ دَعَوَاتٍ مُسْتَجَابَاتٌ لاَ شَكَّ فِيهِنَّ: دَعْوَةُ الْمَظْلُومِ، وَدَعْوَةُ الْمُسَافِرِ، وَدَعْوَةُ الْوَالِدِ عَلَى وَلَدِهِ»(سنن أبي داود، الوتر، باب الدعاء بظهر الغيب، ح:١٥٣٦ وجامع الترمذي، البر والصلة، باب ماجاء في دعوة الوالدين، ح:١٩٠٥ واللفظ له)

''تین دعائیں بلاشک وشبہ مقبول ہوتی ہیں۔ مظلوم کی دعا' مسافر کی دعا اور بیٹے کے خلاف اس کے باپ کی بددعا۔''

ان تین افراد کی دعائیں جس کے حق میں ہوں اس کے لیے خیر اور جس کے خلاف ہوں اس کے لیے شر ہوتی ہیں۔

اس حدیث میں مسافر کی دعا کے ساتھ بیٹے کے لیے باپ کی بددعا کو بھی شامل کیا گیا ہے' بیٹے کے حق میں باپ کی بددعا مستجاب ہونے کی وجہ یہ ہے کہ بیٹا اپنے باپ کی کمائی ہوتا ہے' جیسا کہ ایک حدیث میں صریح طور پر یہ بات بیان کی گئی ہے [1] اور اسی طرح ایک دوسری حدیث میں ہے جسے ابن ماجہ نے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ نے ایک آدمی سے کہا:

«أَنْتَ وَمَالُكَ لأَبِيكَ»(سنن ابن ماجه، التجارات، باب ما للرجل من مال ولده، ح:٢٢٩١)

''تو اور تیرا مال تیرے باپ کا ہے۔''

حدیث میں جو بات آئی ہے وہ بھلا کیسے صحیح نہ ہوگی' بیٹے کے لیے تو اس بات کا خیال کرنا ہی کافی ہے کہ اس کا وجود اس کے باپ کا مرہون منت ہے اگر باپ موجود نہ ہوتا تو بیٹا بھی موجود نہ ہوتا' چنانچہ بیٹے پر باپ کا حق ہمارے تصور سے بھی زیادہ ہے۔

---

① سنن ابی داود' البیوع' باب الرجل یأکل من مال ولده' حدیث : 3529

اس حدیث میں اولاد کو اپنے باپوں کی نافرمانی سے ڈرایا گیا ہے اور اسی طرح باپوں کو بھی اولاد کے لیے بددعا کرنے میں جلدی کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ اس حدیث میں باپ کا ذکر تو موجود ہے لیکن ماں کا نہیں ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ جو بات باپ کے حق میں ثابت ہے وہ ماں کے حق میں بدرجہ اولیٰ ثابت ہے۔ جریج عابد کا مشہور قصہ اسی چیز پر دلالت کرتا ہے کہ اس کی والدہ نے اس کے خلاف جو بددعا کی تھی کہ ''وہ بدکار عورتوں کا چہرہ دیکھے'' وہ فوراً قبول ہوگئی تھی۔

۴'۵'۶-حج وعمرہ کرنے والے اور غازی کی دعا: حج کرنے والے' عمرہ کرنے والے اور جنگ سے سلامت لوٹنے والے تینوں افراد کی دعا کو بھی مقبول قرار دیا گیا ہے۔ کیونکہ ان تینوں نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنے والی پکار پر لبیک کہی ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے ان کے عمل کے بدلے میں ان کی دعا کو مقبول بنا دیا ہے۔ چنانچہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«اَلْغَازِي فِي سَبِيلِ اللهِ وَالْحَاجُّ وَالْمُعْتَمِرُ، وَفْدُ اللهِ دَعَاهُمْ فَأَجَابُوهُ وَسَأَلُوهُ فَأَعْطَاهُمْ»(سنن ابن ماجه، المناسك، باب فضل دعاء الحاج، ح: ٢٨٩٣).

''اللہ کی راہ میں جنگ کرنے والا غازی' حج اور عمرہ کرنے والا اللہ کے مہمان ہیں' اللہ تعالیٰ نے انہیں بلایا تو انہوں نے لبیک کہی اور انہوں نے اللہ تعالیٰ سے مانگا' اللہ نے دے دیا۔''

کس قدر خوش نصیب مہمان ہیں! اور کیا ہی مبارک ہے وہ عظیم اجر' جو کریم' غنی ذات کی طرف سے ان کے لیے مخصوص ہے۔

۷- بھائی کے لیے اس کی عدم موجودگی میں دعا: سیدنا ابودرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«مَا مِنْ عَبْدٍ مُسْلِمٍ يَدْعُو لأَخِيهِ بِظَهْرِ الْغَيْبِ، إِلاَّ قَالَ الْمَلَكُ، وَلَكَ بِمِثْلٍ»(صحيح مسلم، الذكر والدعاء، باب الدعاء للمسلمين بظهر الغيب، ح: ٢٧٣٢)

''جو مسلمان اپنے (مسلمان) بھائی کے لیے پیٹھ پیچھے دعا کرتا ہے' تو فرشتہ کہتا ہے' تیرے لیے بھی اس کی مثل ہو۔''

صفوان بن عبداللہ کہتے ہیں میں شام سے لوٹا تو سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ کے گھر پہ گیا' وہ وہاں موجود نہیں تھے' ان کی بیوی ام درداء رضی اللہ عنہا موجود تھیں' انہوں نے پوچھا کیا آپ کا اس سال حج کا ارادہ ہے؟ میں نے کہا' ہاں! تو انہوں نے کہا' ہمارے لیے بھی اللہ سے بھلائی کی دعا کرنا کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کہا کرتے تھے:

«دَعْوَةُ الْمَرْءِ الْمُسْلِمِ لأَخِيهِ ـ بِظَهْرِ الْغَيْبِ ـ مُسْتَجَابَةٌ، عِنْدَ رَأْسِهِ مَلَكٌ مُوَكَّلٌ، كُلَّمَا دَعَا لأَخِيهِ بِخَيْرٍ، قَالَ الْمَلَكُ الْمُوَكَّلُ بِهِ: آمِينَ. وَلَكَ بِمِثْلٍ»(صحيح مسلم، الذكر والدعاء، باب الدعاء للمسلمين بظهر الغيب، ح: ٢٧٣٣)

''مسلمان مرد کی دعا اپنے بھائی کے لیے اس کی عدم موجودگی میں مقبول ہوتی ہے' اس (دعا کرنے والے) کے سر کے پاس ایک فرشتہ مقرر ہوتا ہے کہ جب بھی وہ اپنے بھائی کے لیے بھلائی کی دعا کرتا ہے' تو فرشتہ کہتا ہے آمین! تیرے لیے بھی اسی کی مثل ہو۔''

اس حالت میں دعا خالص اللہ تعالیٰ ہی کی رضا کے لیے ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بعض سلف صالحین کا طریقہ تھا کہ جب وہ اپنے لیے دعا کرتے تو اپنے بھائیوں کے لیے بھی دعا کرتے' تاکہ ان کے لیے بھی اس دعا کی مثل فرشتے کی جانب سے دعا ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ ان بزرگان پر رحم فرمائے یہ لوگ دعا کی قبولیت کے رازوں سے خوب واقف تھے۔

آپ تصور کریں کہ اس سوسائٹی کا کیا حال ہوگا جو اس صفت سے متصف ہو کہ ہر بھائی اپنے بھائی کے لیے اس کی عدم موجودگی میں دعا گو ہو۔ ذرا یہ بھی تصور کریں کہ اس عمل کا ان لوگوں کے قلوب و اذہان پر کس قدر پاکیزہ اثر پڑتا ہوگا اور ایمان کے کیا کیا مدارج ان کو حاصل ہوتے ہوں گے۔

چھٹاباب

دعا سے متعلقہ بعض مکروہ اور ناپسندیدہ باتیں

اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کے آداب کے حوالے سے بعض ایسی چیزیں بھی سمجھنے کی ہیں جنہیں اختیار کرنا اللہ تعالیٰ کے سامنے خلاف ادب ہے اور ان کو سمجھنا اس لیے بھی ضروری ہے کہ ہماری زیادہ سے زیادہ دعائیں اللہ تعالیٰ کے ہاں قبولیت کا شرف پاسکیں۔ درج ذیل میں ہم انہیں بیان کرتے ہیں۔

<u>ا۔ مقفّیٰ اور مسجع کلام میں دعا کرنا:</u> سیدنا عکرمہ رضی اللہ عنہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں:

«حَدِّثِ النَّاسَ كُلَّ جُمُعَةٍ مَرَّةً، فَإِنْ أَبَيْتَ فَمَرَّتَيْنِ، فَإِنْ أَكْثَرْتَ فَثَلَاثَ مَرَّاتٍ، وَلَا تُمِلَّ النَّاسَ هَذَا الْقُرْآنَ فَلَا أُلْفِيَنَّكَ تَأْتِي الْقَوْمَ وَهُمْ فِي حَدِيثٍ مِنْ حَدِيثِهِمْ فَتَقُصُّ عَلَيْهِمْ فَتَقْطَعُ عَلَيْهِمْ حَدِيثَهُمْ فَتُمِلُّهُمْ، وَلَٰكِنْ أَنْصِتْ، فَإِذَا أَمَرُوكَ فَحَدِّثْهُمْ وَهُمْ يَشْتَهُونَهُ وَانْظُرِ السَّجْعَ مِنَ الدُّعَاءِ فَاجْتَنِبْهُ، فَإِنِّي عَهِدْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ وَأَصْحَابَهُ لَا يَفْعَلُونَ إِلَّا ذَٰلِكَ الِاجْتِنَابَ» (صحيح البخاري، الدعوات، باب ما يكره من السجع في الدعاء، ح:٦٣٣٧)

''ہر جمعے (ہفتے میں) لوگوں کو ایک مرتبہ وعظ کیا کرو، اگر تم ایک سے زیادہ بار وعظ کرنا چاہتے ہو تو دو دفعہ کر لیا کرو، اور اگر اس سے بھی زیادہ کرنا چاہتے ہو تو زیادہ سے زیادہ تین دفعہ کر لیا کرو، ہاں اس قرآن سے تم لوگوں کو اکتاہٹ میں نہ ڈالنا

اور میں تمہیں ہرگز اس حال میں نہ پاؤں کہ تم لوگوں کے پاس آؤ اور وہ باہم گفتگو کر رہے ہوں تو تم ان پر اپنا وعظ شروع کر دو اور ان کی گفتگو کاٹ دو' اس طرح تو تم ان کے اندر اکتاہٹ پیدا کر دو گے' بلکہ جب تم ان کے پاس آؤ تو خاموشی سے کھڑے رہو' پھر جب وہ تم سے خواہش کریں اور بہت زیادہ شوق بھی رکھیں تو پھر تم ان سے بات کرو۔ اور دعا میں مسجع قافیہ داری سے بچنا' کیونکہ میں نے نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس سے بچتے ہی دیکھا ہے۔''

مسجع اور قافیہ داری یہ ہے کہ کلام شعر کی طرح موزون تو نہ ہو مگر اس میں قافیے کی رعایت ملحوظ رکھی گئی ہو۔ اس سے منع کرنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ چیز خشوع و خضوع کے خلاف ہے کیونکہ اس میں تکلف پایا جاتا ہے۔ البتہ جب ایسا کلام بے تکلف محض زبان دانی کے سلیقے کی بنا پر زبان پر آ جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے' جیسا کہ نبی ﷺ کی کئی احادیث اور بعض دعاؤں سے یہ چیز ثابت ہے۔ ان میں دو مثالیں درج ذیل ہیں:

«اَللّٰهُمَّ! إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ قَلْبٍ لاَ يَخْشَعُ، وَمِنْ دُعَاءٍ لاَ يُسْمَعُ، وَمِنْ نَفْسٍ لاَ تَشْبَعُ، وَمِنْ عِلْمٍ لاَ يَنْفَعُ، أَعُوذُ بِكَ مِنْ هٰؤُلاَءِ الأَرْبَعِ»(جامع الترمذي، الدعوات، باب اللهم إني أعوذ بك من قلب ... الخ، ح:٣٤٨٢)

''اے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں اس دل سے جس میں عاجزی نہ ہو' اور اس دعا سے جو قبول نہ ہو' اور اس نفس سے جو سیر نہ ہو' اور اس علم سے جو نفع نہ دے' (اے اللہ) میں ان چاروں چیزوں سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔''

اور ایسے ہی جہاد کے موقع پر نبی ﷺ کا فرمان ہے:

«اَللّٰهُمَّ! مُنْزِلَ الْكِتَابِ، سَرِيعَ الْحِسَابِ، هَازِمَ الأَحْزَابِ» (مسند أحمد: ٤/٣٥٣)

''اے اللہ! کتاب نازل کرنے والے' جلد حساب لینے والے' لشکروں کو شکست

دینے والے......"

اس طرح کی اور بھی کئی مثالیں موجود ہیں۔

۲- دعا میں تجاوز کرنا: دعا میں اعتدال سے ہٹنا اور حد سے تجاوز کرنا درست نہیں ہے۔ دعا کرنے والے کے لیے ضروری ہے کہ وہ دعا کے حوالے سے شائستگی کے اسالیب کا لحاظ رکھے' کیونکہ وہ بادشاہوں کے بادشاہ اور آقاؤں کے آقا سے مخاطب ہے' چنانچہ دعا کرنے والے کو ہر جملے پر توجہ دینی چاہیے اور ہر لفظ کی پوری طرح نگہداشت کرنی چاہیے' جس کے ساتھ وہ اللہ تبارک وتعالیٰ سے مخاطب ہے۔ اگر وہ ایسا نہیں کرتا تو ہوسکتا ہے کل اسے ندامت و معذرت کا اظہار کرنا پڑے اور اس وقت شاید ندامت و معذرت کا کوئی فائدہ ہی نہ ہو۔

دعا میں تجاوز یا تو اس طرح سے ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ سے حرام ٹھہرائی ہوئی چیزوں کا مطالبہ کرے۔ جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام کے صحابہ نے مطالبہ کیا تھا ارشاد الٰہی ہے:

﴿ فَقَالُوٓا أَرِنَا ٱللَّهَ جَهْرَةً فَأَخَذَتْهُمُ ٱلصَّٰعِقَةُ بِظُلْمِهِمْ ﴾

(النساء٤/ ١٥٣)

"انہوں نے کہا کہ ہمیں اللہ کی ذات علانیہ دکھا تو انہیں ان کے اس ظلم کے سبب بجلی کی کڑک نے آلیا۔"

پس اللہ تعالیٰ دعا میں تجاوز کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ چنانچہ فرمایا:

﴿ ٱدْعُوا۟ رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً ۚ إِنَّهُۥ لَا يُحِبُّ ٱلْمُعْتَدِينَ ﴿٥٥﴾ ﴾

(الأعراف٧/ ٥٥)

"اپنے رب کو گڑگڑاتے ہوئے اور چپکے چپکے پکارو' یقیناً وہ حد سے گزرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔"

جب اسلاف میں سے بعض علماء سے پوچھا گیا' کوئی ایسی آیت بتلائیں جس میں

اللہ تعالیٰ کا بندوں پر مہربانی کرنا سب سے زیادہ بیان ہوا ہو تو انہوں نے درج ذیل آیت پڑھی:

﴿ وَلَمَّا جَآءَ مُوسَىٰ لِمِيقَٰتِنَا وَكَلَّمَهُۥ رَبُّهُۥ قَالَ رَبِّ أَرِنِىٓ أَنظُرْ إِلَيْكَ ۚ قَالَ لَن تَرَىٰنِى وَلَٰكِنِ ٱنظُرْ إِلَى ٱلْجَبَلِ فَإِنِ ٱسْتَقَرَّ مَكَانَهُۥ فَسَوْفَ تَرَىٰنِى ۚ فَلَمَّا تَجَلَّىٰ رَبُّهُۥ لِلْجَبَلِ جَعَلَهُۥ دَكًّا وَخَرَّ مُوسَىٰ صَعِقًا ۚ فَلَمَّآ أَفَاقَ قَالَ سُبْحَٰنَكَ تُبْتُ إِلَيْكَ وَأَنَا۠ أَوَّلُ ٱلْمُؤْمِنِينَ ﴿١٤٣﴾ ﴾ (الأعراف۷/ ۱٤۳)

''اور جب موسیٰ ہماری مقررہ مدت پر حاضر ہوا اور اس سے اس کے رب نے کلام کیا تو اس نے درخواست کی کہ اے میرے رب! مجھے موقع دے کہ میں تجھے دیکھ سکوں۔ فرمایا تو مجھے ہرگز نہیں دیکھ سکتا' ہاں ذرا پہاڑ کی طرف دیکھ' اگر وہ اپنی جگہ پر قائم رہا تو تو بھی مجھے دیکھ سکے گا۔ تو جب اس کے رب نے پہاڑ پر اپنی تجلی ڈالی تو اس کو ریزہ ریزہ کر دیا اور موسیٰ بے ہوش ہو کر گر پڑے' پھر جب ہوش آیا تو بولے پاک ہے تیری ذات' میں نے تیری طرف رجوع کیا اور سب سے پہلا ایمان لانے والا میں ہوں۔''

حد سے تجاوز کی ایک دوسری صورت بھی ہے جس کا حدیث میں ذکر آیا ہے۔ سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے کو سنا' وہ دعا کر رہا تھا:

«اللَّهُمَّ! إِنِّي أَسْأَلُكَ الْجَنَّةَ، وَنَعِيمَهَا وَبَهْجَتَهَا، وَكَذَا وَكَذَا، وَأَعُوذُ بِكَ مِنَ النَّارِ وَسَلَاسِلِهَا، وَأَغْلَالِهَا وَكَذَا وَكَذَا، فَقَالَ: يَا بُنَيَّ! إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: سَيَكُونُ قَوْمٌ يَعْتَدُونَ فِي الدُّعَاءِ فَإِيَّاكَ أَنْ تَكُونَ مِنْهُمْ، إِنَّكَ إِنْ أُعْطِيتَ الْجَنَّةَ أُعْطِيتَهَا وَمَا فِيهَا مِنَ الْخَيْرِ، وَإِنْ أُعِذْتَ مِنَ النَّارِ أُعِذْتَ مِنْهَا وَمَا فِيهَا مِنَ الشَّرِّ» (سنن ابي داود، الوتر، باب الدعاء، ح: ۱٤۸۰)

"اے اللہ! میں تجھ سے جنت کا' اور اس کی نعمتوں کا اور اس کی تر و تازگی کا سوال کرتا ہوں اور جہنم کی آگ سے' اس کی زنجیروں اور طوقوں سے اور ایسی ایسی بلاؤں سے پناہ مانگتا ہوں تو انہوں (میرے باپ) نے کہا: اے میرے بیٹے! میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ عنقریب کچھ لوگ ایسے ہوں گے جو دعا میں مبالغہ کریں گے' تو خیال رکھو کہیں تو ان میں سے نہ بن جانا۔ یقیناً اگر تجھے جنت نصیب ہوئی تو جو کچھ اس میں ہے وہ سب کچھ بھی میسر آ جائے گا اور اگر جہنم سے بچ گئے تو اس کی تمام آفتوں سے بھی بچ جاؤ گے۔"

اے اللہ! ہم اس بات سے تیری پناہ چاہتے ہیں کہ ہم جاہل بن جائیں۔

۳۔ گناہوں پر معافی کی بجائے سزا کی دعا کرنا: سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک آدمی کے عیادت کے لیے تشریف لے گئے۔ آپ نے دیکھا کہ وہ بہت کمزور اور بالکل چوزے کی طرح ہو گیا ہے۔ آپ نے پوچھا کیا تم کوئی دعا کیا کرتے تھے اور اللہ سے کچھ مانگا کرتے تھے؟ ان نے جواب دیا' ہاں! میں اللہ سے دعا کیا کرتا تھا کہ اے اللہ! تو نے آخرت میں جو سزا مجھے دینی ہے وہ دنیا ہی میں دے دے' تو نبی ﷺ نے فرمایا: سبحان اللہ! تم اس کی طاقت اور استطاعت نہیں رکھ سکتے۔ تم نے یہ دعا کیوں نہ مانگی:

«اَللّٰهُمَّ! اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ قَالَ: فَدَعَا اللّٰهَ لَهُ، فَشَفَا»(صحيح مسلم، الذكر والدعاء، باب كراهة الدعاء بتعجيل العقوبة في الدنيا، ح:٢٦٨٨)

"اے اللہ! ہمیں دنیا اور آخرت میں بھلائی عطا فرما اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا۔ پھر نبی ﷺ نے اس کے لیے دعا کی اور وہ شفایاب ہو گیا۔"

اس حدیث سے ایک مسئلہ تو یہ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ سے عذاب کی عجلت کی دعا نہیں

کرنی چاہیے۔

اور دوسرے اس دعا ((اَللّٰھُمَّ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّ فِی الآخِرَۃِ...)) کی فضیلت بھی ثابت ہوئی۔ تیسرا مسئلہ ہمیں اس سے یہ بھی معلوم ہے کہ مریض کی عیادت اور اس کے لیے دعا کرنا ایک مستحب عمل ہے اور چوتھا مسئلہ یہ ہے کہ اس حدیث سے ہمیں دوسرے کے لیے دعا کرنے کا اسوہ معلوم ہوا۔

۴- اپنی ذات' اہل خانہ اور اپنے مال و متاع کے لیے بددعا کرنا: بعض اوقات انسان بہت غصے میں ہوتا ہے اور ارادی یا غیر ارادی طور پر ہر چیز پر لعنتیں اور بددعائیں کرنے لگتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے ہمیں اس عمل سے بھی منع فرمایا ہے' چنانچہ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«لاَ تَدْعُوا عَلٰی أَنْفُسِکُمْ، وَلاَ تَدْعُوا عَلٰی أَوْلاَدِکُمْ، وَلاَ تَدْعُوا عَلٰی خَدَمِکُمْ وَلاَ تَدْعُوا عَلٰی أَمْوَالِکُمْ، لاَ تُوَافِقُوا مِنَ اللهِ سَاعَةً نَيْلٍ فِيهَا عَطَاءٌ فَيَسْتَجِيبَ لَكُمْ»(صحيح مسلم، الزهد، ح:٣٠٠٩ وسنن أبي داود، الوتر، باب النهي ان يدعو الإنسان على أهله وماله، ح:١٥٣٢ واللفظ له)

''تم اپنے لیے اور اپنی اولادوں' خادموں' اور مالوں کے لیے بددعائیں نہ کرو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ تم عین اس گھڑی میں بددعا کر ڈالو جس میں کی جانے والی دعا قبول ہو جاتی ہے۔''

اگر ماں باپ کو یہ معلوم ہو جائے کہ اولاد پر لعنت کرنے کا مطلب ان کے لیے اللہ کی رحمت سے دوری کی دعا کرنا ہے' تو وہ کبھی اپنی اولاد کے لیے بددعا نہ کریں۔

۵- امام صرف اپنی ذات ہی کے لیے دعا نہ کرے: اس معاملے میں سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ کی روایت ہماری رہنمائی کرتی ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«لاَ يَحِلُّ لِامْرِئٍ أَنْ يَنْظُرَ فِي جَوْفِ بَيْتِ امْرِئٍ حَتّٰى

يَسْتَأْذِنَ، فَإِذَا نَظَرَ فَقَدْ دَخَلَ، وَلاَ يَؤُمُّ قَوْمًا فَيَخُصَّ نَفْسَهُ بِدَعْوَةٍ دُونَهُمْ، فَإِنْ فَعَلَ فَقَدْ خَانَهُمْ، وَلاَ يَقُومُ إِلَى الصَّلاَةِ وَهُوَ حَقِنٌ»(جامع الترمذي، الصلاة، باب ماجاء في كراهية ان يخص الإمام نفسه بالدعاء، ح:٣٥٧)

''کسی انسان کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ کسی دوسرے کے گھر بغیر اجازت کے جھانکے اور اگر کسی نے بغیر اجازت کے جھانکا تو گویا وہ (بلا اجازت) داخل ہی ہو گیا' اور نہ کسی امام کے لیے یہ جائز ہے کہ لوگوں کو چھوڑ کر صرف اپنی ذات ہی کے لیے دعا کرے۔ اگر اس نے ایسا کیا تو اس نے خیانت کی' اور نہ کوئی اس حال میں نماز پڑھنے کے لیے کھڑا ہو کہ اسے پیشاب وغیرہ کی حاجت ہو۔''

امام کا نماز میں دعا کو محض اپنی ذات کے لیے خاص کرنا نہ صرف دینی ذوق کے خلاف ہے بلکہ یہ عدل اور اخلاق کے بھی خلاف ہے۔ آپ غور کریں کہ اس حدیث میں ایسا کرنے والے کو مقتدیوں کے ساتھ خیانت کرنے والا کہا گیا ہے۔

٦- رحمت الٰہی کو محدود کرنے کی دعا کرنا: سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

«قَامَ رَسُولُ اللهِ ﷺ فِي صَلاَةٍ وَقُمْنَا مَعَهُ، فَقَالَ أَعْرَابِيٌّ وَهُوَ فِي الصَّلاَةِ: اللَّهُمَّ ارْحَمْنِي وَمُحَمَّدًا وَلاَ تَرْحَمْ مَعَنَا أَحَدًا فَلَمَّا سَلَّمَ النَّبِيُّ ﷺ قَالَ لِلأَعْرَابِيِّ: لَقَدْ حَجَّرْتَ وَاسِعًا، يُرِيدُ رَحْمَةَ اللهِ»(صحيح البخاري، الأدب، باب رحمة الناس والبهائم، ح:٦٠١٠)

''ایک دن رسول اللہ ﷺ نماز کے لیے کھڑے ہوئے تو ہم بھی آپ کے ساتھ کھڑے ہو گئے' تو دورانِ نماز میں ایک دیہاتی نے کہا' اے اللہ! مجھ پر اور محمد رسول اللہ ﷺ پر رحم فرما اور ہمارے ساتھ کسی اور پر رحم نہ فرما۔ نبی کریم ﷺ نے جب سلام پھیرا تو اس دیہاتی سے کہا: تو نے اللہ کی وسیع رحمت کو محدود کر دیا

ہے۔"

ظاہر ہے کہ یہ فعل اخلاقِ عالیہ میں سے نہیں ہے' کیونکہ مسلمان بھائیوں سے دینی محبت کا یہ تقاضا ہے کہ ہم انہیں اپنی دعاؤں میں شریک کریں۔ پھر مزید یہ کہ ہمیں اس بات کا کیا حق پہنچتا ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی وسیع رحمت کو خواہ مخواہ محدود کرتے رہیں جبکہ خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ ﴾ (الأعراف۷/۱۵٦)

"میری رحمت ہر چیز پر وسعت رکھتی ہے۔"

۷۔موت کی دعا کرنا: سیدنا قیس بن ابی حازم رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

«أَتَيْتُ خَبَّابًا وَقَدِ اكْتَوٰى سَبْعًا، قَالَ: لَوْلاَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ نَهَانَا أَنْ نَدْعُوَ بِالْمَوْتِ لَدَعَوْتُ بِهِ»(صحيح البخاري، الدعوات، باب الدعاء بالموت والحياة، ح:٦٣٤٩)

"میں خباب رضی اللہ عنہ کے پاس گیا' تو وہ (سخت بیماری کی وجہ سے) سات مرتبہ داغ لگوا چکے تھے' انہوں نے (اپنے دورِ ابتلا کو یاد کرتے ہوئے) کہا: اگر رسول اللہ ﷺ نے ہمیں موت کی دعا کرنے سے منع نہ کیا ہوتا تو میں ضرور اپنے لیے موت کی دعا کرتا۔"

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' نبی ﷺ نے فرمایا ہے:

«لاَ يَتَمَنَّيَنَّ أَحَدُكُمُ الْمَوْتَ لِضُرٍّ نَزَلَ بِهِ، فَإِنْ كَانَ لاَبُدَّ مُتَمَنِّيًا لِلْمَوْتِ فَلْيَقُلْ: اللّٰهُمَّ أَحْيِنِي مَا كَانَتِ الْحَيَاةُ خَيْرًا لِي، وَتَوَفَّنِي إِذَا كَانَتِ الْوَفَاةُ خَيْرًا لِي»(صحيح البخاري، الدعوات، باب الدعاء بالموت والحياة، ح:٦٣٥١)

"تم میں سے کوئی شخص کسی تکلیف کی وجہ سے' جو اسے پہنچے موت کی دعا ہرگز نہ کرے۔ اگر ضرور ہی موت کی آرزو کرنی ہو تو یوں کہے: اے اللہ! مجھے زندہ رکھ

جب تک زندگی میرے لیے بہتر ہے اور مجھے اس وقت موت دے دینا جب موت میرے لیے بہتر ہو۔"

جہاں تک ان کلمات کا تعلق ہے جو نبی ﷺ نے مرض الموت میں فرمائے تھے یعنی (اَللّٰهُمَّ فِی الرَّفِيْقِ الْاَعْلٰى) "اے اللہ مجھے رفیق اعلیٰ سے ملا دے۔" تو یہ الفاظ نبی ﷺ کے ساتھ خاص ہیں۔ واللہ اعلم.

اور آپ ﷺ کا یہ کہنا (فَاِنْ كَانَ لَا بُدَّ) "اگر موت کی آرزو کیے بغیر کوئی چارہ ہی نہ ہو" تو ان الفاظ کا ایک خاص محل ہے اور وہ یہ ہے کہ آدمی کے لیے یہ بات اسی وقت جائز ہے جب وہ کسی فتنے میں مبتلا ہونے کی وجہ سے دینی نقصان کا خوف محسوس کرتا ہو۔

نبی ﷺ نے ہمیں موت کی تمنا کرنے سے اس لیے منع فرمایا ہے کہ ہمارے لیے زندگی ہی میں خیر ہے اور سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی مندرجہ ذیل روایت سے بھی یہی بات ثابت ہوتی ہے:

«لاَ يَتَمَنَّيَنَّ أَحَدُكُمُ الْمَوْتَ، وَلاَ يَدْعُ بِهِ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَهُ، إِنَّهُ إِذَا مَاتَ أَحَدُكُمُ انْقَطَعَ عَمَلُهُ، وَإِنَّه لاَ يَزِيدُ الْمُؤْمِنَ عُمُرُهُ إِلاَّ خَيْرًا»(صحيح مسلم، الذكر والدعاء، باب كراهية تمني الموت لضر نزل به، ح: ٢٦٨٢)

"تم میں سے کوئی شخص بھی موت کی آرزو کرے نہ اس کے آنے سے پہلے اس کی دعا کرے' اس لیے کہ جب یہ مرجائے گا تو اس کے عمل کا سلسلہ ختم ہو جائے گا اور مومن کے لیے اس کی عمر میں اضافہ' اس کے لیے بھلائی ہی میں اضافے کا باعث ہے۔"

آپ کی یہ بات یقیناً امت پر آپ کی عظیم شفقت کو بیان کرتی ہے اور بے شک اللہ تعالیٰ نے آپ کو جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ (ﷺ)

۸- گناہ کی دعا اور قبولیت میں عجلت پسندی: سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«لاَ يَزَالُ يُسْتَجَابُ لِلْعَبْدِ مَا لَمْ يَدْعُ بِإِثْمٍ أَوْ قَطِيعَةِ رَحِمٍ، مَالَمْ يَسْتَعْجِلْ قِيلَ: يَارَسُولَ اللهِ! مَا الاِسْتِعْجَالُ قَالَ يَقُولُ: قَدْ دَعَوْتُ، فَلَمْ أَرَ يَسْتَجِيبُ لِي، فَيَسْتَحْسِرُ عِنْدَ ذٰلِكَ، وَيَدَعُ الدُّعَاءَ»(صحيح مسلم، الذكر والدعاء، باب بيان انه يستجاب للداعي ما لم يعجل ... الخ، ح:٢٧٣٥)

''بندہ جب تک گناہ اور قطع رحمی کی دعا نہ کرے اس کی دعا قبول کی جاتی ہے بشرطیکہ وہ جلدی بازی نہ کرے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ جلد بازی کا کیا مطلب ہے؟ تو آپ نے فرمایا: بندہ کہتا ہے کہ میں نے بہت دعا کی لیکن مجھے تو قبول ہوتی نظر نہیں آتی۔ پس وہ اس وقت تھک ہار کر بیٹھ جائے اور دعا کرنا چھوڑ دے۔''

جلد بازی صبر کے منافی ہے جبکہ ہر مسلمان کو صبر جیسی صفت سے موصوف ہونا چاہیے۔

ساتواں باب

دعا سے متعلقہ بعض مباح اور جائز امور

۱-صرف اپنے بھائی کیلئے دعا کرنا: اپنی ذات کو چھوڑ کر صرف اپنے بھائی ہی کے لیے دعا کرنا جائز ہے۔ نبی کریم ﷺ سے اس کا ثبوت ملتا ہے' جیسا کہ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ ایک حدیث میں بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

«اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِعُبَيْدٍ أَبِي عَامِرٍ . . . ، اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِعَبْدِاللهِ بْنِ قَيْسٍ ذَنْبَهُ»(صحيح البخاري، المغازي، باب غزوة أوطاس، ح:٤٣٢٣)

''اے اللہ! عبید یعنی ابو عامر کی مغفرت فرما......اے اللہ! عبداللہ بن قیس کے گناہ بخش دے۔''

اسی طرح آپ نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے لیے بھی دعا کی' سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ام سلیم نے نبی کریم ﷺ سے کہا انس آپ کا خادم ہے تو آپ نے دعا فرمائی:

«اَللّٰهُمَّ أَكْثِرْ مَالَهُ وَوَلَدَهُ، وَبَارِكْ لَهُ فِيمَا أَعْطَيْتَهُ» (صحيح البخاري، الدعوات، باب قول الله تبارك وتعالى وصلّ عليهم ... الخ، ح:٦٣٣٤)

''اے اللہ! اس کے مال میں اور اولاد میں کثرت عطا فرما اور جو کچھ بھی تو اسے دے اس میں برکت عطا فرما۔''

۲-ضرورت کے وقت موت کی تمنا کرنا: ضرورت کے وقت موت کی تمنا کا جواز

حدیث سے ثابت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«لاَ يَتَمَنَّيَنَّ أَحَدُكُمُ الْمَوْتَ لِضُرٍّ نَزَلَ بِهِ، فَإِنْ كَانَ لاَبُدَّ مُتَمَنِّيًا لِلْمَوْتِ فَلْيَقُلْ: اللَّهُمَّ أَحْيِنِي مَا كَانَتِ الْحَيَاةُ خَيْرًا لِي، وَتَوَفَّنِي إِذَا كَانَتِ الْوَفَاةُ خَيْرًا لِي»(صحيح البخاري، الدعوات، باب الدعاء بالموت والحياة، ح:٦٣٥١)

''تم میں سے کوئی شخص کسی تکلیف کی وجہ سے جو اسے پہنچے موت کی تمنا ہرگز نہ کرے۔ اگر ضرور ہی موت کی آرزو کرنی ہو تو یوں کہے: اے اللہ! مجھے زندہ رکھ جب تک زندگی میرے لیے بہتر ہے اور مجھے اس وقت موت دے دینا جب موت میرے لیے بہتر ہو۔''

۳-<u>مشرکوں کے لیے بددعا اور دعا کرنا:</u> مشرکوں کے لیے بددعا کرنا جائز ہے جبکہ ان پر حجت پوری ہو چکی ہو اور وہ پھر بھی اپنے شرک پر قائم ہوں۔ قرآنِ مجید میں سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا مندرجہ ذیل قول بددعا کے اسی قبیل میں سے ہے۔ ارشاد باری ہے:

﴿ رَبَّنَا اطْمِسْ عَلَىٰٓ أَمْوَٰلِهِمْ وَاشْدُدْ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ ﴾ (يونس ١٠/ ٨٨)

''اے ہمارے رب! ان کے مالوں کو غارت کر دے اور ان کے دلوں کو سخت کر دے۔''

سیدنا ابومسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«اَللَّهُمَّ أَعِنِّي عَلَيْهِمْ بِسَبْعٍ كَسَبْعِ يُوسُفَ وَقَالَ: اللَّهُمَّ عَلَيْكَ بِأَبِي جَهْلٍ»(صحيح البخاري، الدعوات، باب الدعاء على المشركين، معلقًا)

''اے اللہ! ان (مشرکین) پر یوسف علیہ السلام کے زمانہ کی مانند سات سال قحط مسلط کر کے ہماری مدد فرما۔ اور فرمایا اے اللہ! ابوجہل سے نمٹ۔''

اسی طرح آپ نے جنگ خندق کے موقع پر ان لشکروں کے خلاف بددعا کی جو

آپ سے لڑنے کے لیے آئے تھے' ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لشکروں کے خلاف بددعا کی' چنانچہ آپ نے فرمایا:

«اَللّٰهُمَّ مُنْزِلَ الْكِتَابِ، سَرِيعَ الْحِسَابِ، اهْزِمِ الأَحْزَابَ، اهْزِمْهُمْ وَزَلْزِلْهُمْ»(صحيح البخاري، الدعوات، باب الدعاء على المشركين، ح:٦٣٩٢)

''اے اللہ! کتاب کو نازل کرنے والے' جلد حساب لینے والے' تو لشکروں کو شکست دے ان کے پاؤں میدان سے اکھاڑ دے۔''

مشرکوں کے حق میں دعا کرنا بھی جائز ہے' کیونکہ ایسا کرنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

«قَدِمَ الطُّفَيْلُ بْنُ عَمْرٍو عَلٰى رَسُولِ اللهِ ﷺ فَقَالَ: يَارَسُولَ اللهِ إِنَّ دَوْسًا قَدْ عَصَتْ وَأَبَتْ فَادْعُ اللهَ عَلَيْهَا فَظَنَّ النَّاسُ أَنَّهُ يَدْعُو عَلَيْهِمْ فَقَالَ: اللّٰهُمَّ اهْدِ دَوْسًا وَأْتِ بِهِمْ»(صحيح البخاري، الدعوات، باب الدعاء للمشركين، ح:٦٣٩٧)

''طفیل بن عمرو رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور بتایا کہ اے اللہ کے رسول! قبیلہ دوس نے نافرمانی کی ہے اور آپ کی دعوت قبول کرنے سے انکار کر دیا ہے۔ لہٰذا آپ ان کے لیے اللہ سے بددعا کریں۔ تو لوگوں نے گمان کیا کہ آپ ان کے لیے بددعا کریں گے' لیکن آپ نے یہ دعا کی: اے اللہ! تو قبیلہ دوس کو ہدایت دے اور انہیں (حق کی جانب) لے آ۔''

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا ان کے لیے اس امید پر تھی کہ اللہ تعالیٰ انہیں اسلام کی دولت سے نوازے اور انہیں حق کی جانب لے آئے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول کی اور قبیلہ دوس کو ہدایت دی اور وہ انہیں حق کی جانب لے آیا۔

۴- نیک آدمی سے دعا کی درخواست کرنا: نیک آدمی سے دعا کی درخواست کرنا جائز

ہے۔ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ ایک عورت نے نبی ﷺ سے کہا:

«صَلِّ عَلَيَّ وَعَلٰى زَوْجِي، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ صَلَّى اللهُ عَلَيْكِ وَعَلٰى زَوْجِكِ»(سنن أبي داود، الوتر، باب الصلاة على غير النبي ﷺ، ح: ١٥٣٣)

''آپ میرے اور میرے خاوند کے لیے رحمت کی دعا کریں' آپ نے فرمایا: اللہ تجھ پر اور تیرے خاوند پر رحم فرمائے۔''

اس حدیث میں (صلوٰۃ) کا لفظ دعا اور برکت کے معنوں میں استعمال ہوا ہے' جہاں تک نبی ﷺ پر صلوٰۃ کا تعلق ہے تو یہ آپ کی تکریم کے لیے ہے اور آپ کا خاصہ ہے۔ بہر حال اس حدیث سے غیر نبی کے لیے صلوٰۃ بمعنی دعا کا جواز ثابت ہوتا ہے۔

آٹھواں باب

دعا کے متفرق مسائل

ا- ہر نبی کی ایک دعا قبول ہوئی ہے: سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«لِكُلِّ نَبِيٍّ دَعْوَةٌ مُسْتَجَابَةٌ يَدْعُو بِهَا، وَأُرِيدُ أَنْ أَخْتَبِىءَ دَعْوَتِي شَفَاعَةً لأُمَّتِي فِي الأٰخِرَةِ»(صحيح البخاري، الدعوات، باب لكل نبي دعوة مستجابة، ح: ٦٣٠٤)

''ہر نبی کے لیے ایک دعا مستجاب ہوتی ہے جو وہ مانگتا ہے (اسے ملتا ہے) اور میں یہ چاہتا ہوں کہ اپنی دعا مستجاب کو آخرت میں اپنی امت کی شفاعت کے لیے محفوظ رکھوں۔''

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«لِكُلِّ نَبِيٍّ دَعْوَةٌ مُسْتَجَابَةٌ وَإِنِّي اخْتَبَأْتُ دَعْوَتِي شَفَاعَةً لأُمَّتِي وَهِيَ نَائِلَةٌ إِنْ شَاءَ اللهُ مَنْ مَّاتَ مِنْهُمْ لاَ يُشْرِكُ بِاللهِ شَيْئًا» (جامع الترمذي، الدعوات، باب فضل لا حول ولا قوة إلا بالله، ح: ٣٦٠٢)

''ہر نبی کے لیے ایک دعا مستجاب ہوتی ہے' میں اپنی دعا کو اپنی امت کے لیے بچائے رکھوں گا اور یہ دعا ان شاء اللہ ان لوگوں کے حق میں قبول ہوگی جو اللہ کے ساتھ ذرہ بھر بھی شرک کیے بغیر فوت ہوں گے۔''

یہ امت کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی انتہائی شفقت ومحبت کی علامت ہے کہ آپ نے اپنی خصوصی دعا کو امت کے انتہائی مشکل موقع کے لیے بچا کر رکھا ہے۔

اس حدیث میں یہ کہا گیا ہے کہ ہر نبی کو عطا کی جانے والی ایک خصوصی دعا ضرور قبول ہوتی ہے جو وہ امت کی ہلاکت کے لیے بھی کر سکتا ہے اور امت کی نجات کے لیے بھی' اور جہاں تک انبیاء کی دیگر دعاؤں کا تعلق ہے تو وہ بعض اوقات قبول ہوتی ہیں اور بعض اوقات نہیں بھی ہوتیں' جیسا کہ حدیث سے ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«سَأَلْتُ رَبِّي ثَلاَثًا، فَأَعْطَانِي اثْنَتَيْنِ وَمَنَعَنِي وَاحِدَةً»

(صحيح مسلم، الفتن، باب هلاك هذه الأمة بعضهم ببعض، ح: ٢٨٩٠)

''میں نے اپنے رب سے تین چیزیں مانگیں' دو مجھے عطا کر دی گئیں اور ایک سے مجھے روک دیا گیا۔''

۲-صبر مانگو تو عافیت بھی مانگو: سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ایک آدمی کو یہ دعا کرتے ہوئے سنا:

«اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ تَمَامَ النِّعْمَةِ، فَقَالَ: أَيُّ شَيْءٍ تَمَامُ النِّعْمَةِ؟ قَالَ: دَعْوَةٌ دَعَوْتُ بِهَا أَرْجُو بِهَا الْخَيْرَ، قَالَ: فَإِنَّ مِنْ تَمَامِ النِّعْمَةِ دُخُولَ الْجَنَّةِ وَالْفَوْزَ مِنَ النَّارِ»(جامع الترمذي، الدعوات، باب فضل من اوى إلى فراشه طاهرا يذكر الله، ح: ٣٥٢٧)

''اے اللہ! میں تجھ سے نعمت کے کامل ہونے کا سوال کرتا ہوں' آپ نے اس سے پوچھا نعمت کے کامل ہونے سے تمہاری کیا مراد ہے؟ اس نے جواب دیا' بس یہ ایک دعا ہے جس کے ذریعہ میں بھلائی کی امید کرتا ہوں۔ نبی ﷺ نے فرمایا: تکمیل نعمت دراصل جنت میں داخلہ اور دوزخ سے نجات ہے۔''

اسی طرح آپ نے ایک آدمی کو یہ کہتے ہوئے سنا:

«يَاذَا الْجَلاَلِ وَالإِكْرَامِ فَقَالَ: قَدِ اسْتُجِيبَ لَكَ فَسَلْ»(جامع الترمذي، الدعوات، باب فضل من أوى إلى فراشه طاهرا يذكر الله،

ح:۳۵۲۷)

''اے ذوالجلال والاکرام! تو نبی ﷺ نے فرمایا: قبولیت کا دروازہ کھل چکا ہے جو مانگنا چاہتا ہے مانگ' تیری دعا قبول ہوگی۔''

اسی طرح نبی ﷺ نے ایک آدمی کو دعا مانگتے ہوئے سنا وہ کہہ رہا تھا:

«اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ الصَّبْرَ قَالَ: سَأَلْتَ اللّٰهَ الْبَلَاءَ فَاسْأَلْهُ الْعَافِيَةَ»(جامع الترمذي، الدعوات، باب فضل من أوى إلى فراشه طاهرا يذكر الله، ح:۳۵۲۷ ومسند أحمد:۵/ ۲۱۳).

''اے اللہ! میں تجھ سے صبر مانگتا ہوں' آپ نے فرمایا: تو نے اللہ سے آزمائش مانگ لی ہے' پس اب تو اس سے عافیت بھی مانگ۔''

نبی ﷺ نے ہمیں اس حدیث میں یہ بتایا ہے کہ جس نے صبر مانگا اس نے آزمائش بھی مانگ لی' کیونکہ صبر کی ضرورت آزمائش آنے پر پڑتی ہے' اس لیے آپ نے اسے یہ حکم دیا کہ وہ اللہ تعالیٰ سے عافیت طلب کرے تاکہ اللہ اس سے نرمی کرے۔ البتہ مصیبت اور پریشانی یا آزمائش آ جائے تو صبر کی دعا کرنا ممنوع نہیں' بلکہ مستحب ہے' ارشاد باری ہے:

﴿ رَبَّنَآ أَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا﴾. (الأعراف۷/ ۱۲۶)

''اے ہمارے رب! ہمیں صبر کرنے کی قوت عطا فرما۔''

۳۰-خوش حالی میں دعا کرنا: سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

«مَنْ سَرَّهُ أَنْ يَسْتَجِيبَ اللّٰهُ لَهُ عِنْدَ الشَّدَائِدِ وَالْكُرَبِ فَلْيُكْثِرِ الدُّعَاءَ فِي الرَّخَاءِ»(جامع الترمذي، الدعوات، باب ماجاء أن دعوة المسلم مستجابة، ح:۳۳۸۲)

''جو شخص چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی دعاؤں کو مصیبتوں اور دکھوں میں قبول فرمائے' اسے چاہیے کہ خوش حالی' کشادگی اور فراخی میں بھی خوب دعائیں کرے۔''

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نبی ﷺ کے پیچھے سواری پر بیٹھا ہوا تھا'

آپ نے فرمایا:

«يَا غُلَامُ ـ أَوْ يَاغُلَيْمُ ـ أَلَا أُعَلِّمُكَ كَلِمَاتٍ يَنْفَعُكَ اللهُ بِهِنَّ؟ فَقُلْتُ: بَلَى فَقَالَ: اِحْفَظِ اللهَ يَحْفَظْكَ، اِحْفَظِ اللهَ تَجِدْهُ أَمَامَكَ، تَعَرَّفْ إِلَيْهِ فِي الرَّخَاءِ يَعْرِفْكَ فِي الشِّدَّةِ»

(مسند احمد: ۱/ ۳۰۷)

''اے لڑکے میں تجھے ایسے کلمات نہ سکھاؤں، جن کے ذریعے اللہ تجھے فائدہ دے؟ میں نے کہا کیوں نہیں! آپ نے فرمایا: تو اللہ (کے احکام) کی حفاظت کر اللہ تیری حفاظت کرے گا، تو اللہ (کے احکام) کی حفاظت کر تو اسے اپنے سامنے پائے گا، تو اسے آسانی اور خوش حالی میں اپنی پہچان کروا دے وہ تجھے تنگی میں بھی پہچانے گا۔''

یہ مومن کی عادات و خصائل میں سے ہے کہ وہ اپنے رب کو ہر حال میں یاد رکھتا ہے اسے کبھی نہیں بھولتا۔ البتہ یہ بات اپنی جگہ پر درست ہے کہ تنگی کے حالات میں دعائیں زیادہ کی جاتی ہیں اس میں کوئی حرج نہیں۔

۴- کافر اپنے رب کو مصیبت اور سختی ہی کے وقت یاد کرتا ہے: جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے:

﴿ وَإِذَا مَسَّ ٱلْإِنسَٰنَ ٱلضُّرُّ دَعَانَا لِجَنۢبِهِۦٓ أَوْ قَاعِدًا أَوْ قَآئِمًا فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُ ضُرَّهُۥ مَرَّ كَأَن لَّمْ يَدْعُنَآ إِلَىٰ ضُرٍّ مَّسَّهُۥ ﴿١٢﴾ ﴾

(یونس ۱۰/ ۱۲)

''اور جب انسان کو تکلیف پہنچتی ہے تو وہ ہمیں پہلو کے بل لیٹے ہوئے، یا بیٹھ کر، یا کھڑے ہو کر (ہر حالت میں) پکارتا ہے، پھر جب ہم اس کی مصیبت ٹال دیتے ہیں تو اس طرح گزر جاتا ہے کہ گویا اس نے اس مصیبت میں جو اسے پہنچی تھی ہمیں کبھی پکارا ہی نہ تھا۔''

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ قُلْ مَن يُنَجِّيكُم مِّن ظُلُمَٰتِ ٱلْبَرِّ وَٱلْبَحْرِ تَدْعُونَهُۥ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً لَّئِنْ

أَنجَىٰنَا مِنْ هَٰذِهِۦ لَنَكُونَنَّ مِنَ ٱلشَّٰكِرِينَ ﴿٦٣﴾ قُلِ ٱللَّهُ يُنَجِّيكُم مِّنْهَا وَمِن كُلِّ كَرْبٍ ثُمَّ أَنتُمْ تُشْرِكُونَ ﴿٦٤﴾ (الأنعام٦/ ٦٣-٦٤)

"(اے نبی ﷺ) ان سے پوچھو' تم کو صحرا اور سمندر کی تاریکیوں (خطرات) میں سے کون بچاتا ہے جب تم اسے گڑگڑا کر اور چپکے چپکے پکارتے ہو' کس سے کہتے ہو کہ اگر اس بلا سے اس نے ہمیں بچالیا تو ہم ضرور شکر گزار ہوں گے؟ کہہ دو' تمہیں اس سے اور ہر تکلیف سے اللہ ہی نجات دیتا ہے' پھر بھی تم شرک کرتے ہو۔"

مزید ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَإِذَا مَسَّ ٱلْإِنسَٰنَ ضُرٌّ دَعَا رَبَّهُۥ مُنِيبًا إِلَيْهِ ثُمَّ إِذَا خَوَّلَهُۥ نِعْمَةً مِّنْهُ نَسِىَ مَا كَانَ يَدْعُوٓا۟ إِلَيْهِ مِن قَبْلُ وَجَعَلَ لِلَّهِ أَندَادًا لِّيُضِلَّ عَن سَبِيلِهِۦ ۚ قُلْ تَمَتَّعْ بِكُفْرِكَ قَلِيلًا ۖ إِنَّكَ مِنْ أَصْحَٰبِ ٱلنَّارِ ﴿٨﴾﴾

(الزمر٣٩/ ٨)

"اور جب انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ اپنے رب کو پکارتا (اور) اس کی طرف دل سے رجوع کرتا ہے' پھر جب وہ اسے اپنے پاس سے کسی نعمت سے نوازتا ہے تو وہ اس (مصیبت) کو جس سے نجات کے لیے پہلے یہ دعا کر رہا تھا بھول جاتا ہے' اور دوسروں کو اللہ کے ہمسر ٹھہرانے لگتا ہے' تا کہ (لوگوں کو) اللہ کی راہ سے بھٹکا دے۔ ان سے کہہ دو' تم تھوڑے دنوں کے لیے اپنے کفر کے مزے لوٹ لو' یقیناً تم جہنمی ہو۔"

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَإِذَا مَسَّهُ ٱلشَّرُّ فَذُو دُعَآءٍ عَرِيضٍ ﴿٥١﴾﴾ (فصلت٤١/ ٥١)

"اور جب اسے کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو پھر وہ لمبی چوڑی دعائیں مانگنے لگتا ہے۔"

یہ اپنے رب کے ساتھ کفر اور شرک کرنے والوں کا حال ہے' جہاں تک اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایمان والوں کے حال کا تعلق ہے تو ابن تیمیہ رحمہ اللہ کہتے ہیں:

”جہاں تک مومن کا معاملہ ہے تو وہ یہ ہے کہ اللہ جب اس کی مشکلات کو دور کر دیتے ہیں اور اس کی حاجات کو پورا کر دیتے ہیں' تو وہ اللہ کی بندگی کی طرف رجوع کرتا ہے' لہٰذا اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس کا اخلاص اور بڑھتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے حکم بجالانے کی طرف اور زیادہ توجہ دیتا ہے' چنانچہ اگر وہ محض فرائض ادا کرنے تک محدود رہتا ہے تو وہ نیکو کاروں میں شمار ہوتا ہے اور اگر وہ فرائض کے ساتھ نوافل کا اہتمام بھی کرتا ہے تو بارگاہ الٰہی کے مقربین میں سے ہو جاتا ہے' لیکن اگر اپنی حاجات پورا ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ کے احکام بجا نہیں لاتا یعنی غفلت کرتا ہے تو وہ گناہ گاروں میں سے ہوتا ہے۔ اس طرح یہ عمل بعض اوقات شرک اصغر بن جاتا ہے' جس میں اکثر انسان مبتلا ہیں۔ عموماً یہ شرک' شرک فی الربوبیت ہوتا ہے یا شرک فی الالوہیت۔“[1]

مشرکین کی پریشانی اور مصیبت کے وقت کی جانے والی دعائیں اللہ تعالیٰ قبول فرما لیتے ہیں کیونکہ وہ اس وقت مخلص ہوتے ہیں۔ ارشاد الٰہی ہے:

﴿ وَإِذَا غَشِيَهُم مَّوْجٌ كَالظُّلَلِ دَعَوُا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ فَلَمَّا نَجَّاهُمْ إِلَى الْبَرِّ فَمِنْهُم مُّقْتَصِدٌ ۚ وَمَا يَجْحَدُ بِآيَاتِنَا إِلَّا كُلُّ خَتَّارٍ كَفُورٍ ﴿٣٢﴾ ﴾ (لقمان ٣١/ ٣٢)

”اور جب موجیں سائبانوں کی طرح چھا جاتی ہیں تو وہ اللہ کو پکارنے (اور) خالص اس کی عبادت کرنے لگتے ہیں' پھر جب وہ ان کو نجات دے کر خشکی پر پہنچا دیتا ہے' تو ان میں سے کچھ لوگ ہی راہ پر رہتے ہیں (اور باقی بے راہ ہو جاتے ہیں) اور ہماری آیات کا انکار وہی لوگ کرتے ہیں جو بالکل بدعہد اور ناشکرے ہوتے ہیں۔“

یا پھر ڈھیل دینے کے لیے اللہ تعالیٰ ان کی دعا قبول فرما لیتے ہیں' جہاں تک اخلاص

[1] قاعدہ فی انواع الاستفتاح' ص : 17

کے ان احوال کے علاوہ اہل کفر وشرک کی دیگر دعاؤں کا تعلق ہے' تو ان کے بارے میں قرآن مجید نے واضح طور پر یہ کہہ دیا ہے:

﴿ وَمَا دُعَـٰٓؤُا۟ ٱلْكَـٰفِرِينَ إِلَّا فِى ضَلَـٰلٍ ۝٥٠ ﴾ (الغافر ٤٠/ ٥٠)

''اور کافروں کی دعا بالکل رائیگاں ہی جاتی ہے۔''

<u>۵- مچھلی والے (یونس علیہ السلام) کی دعا:</u> سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مچھلی والے (یونس علیہ السلام) کی دعا' جبکہ وہ مچھلی کے پیٹ میں تھے' یہ تھی:

«لاَ إِلٰهَ إِلاَّ أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ»(جامع الترمذي، الدعوات، باب في دعوة ذي النون، ح:٣٥٠٥ والمستدرك على الصحيحين للحاكم:١/ ٥٠٥، ح:١٨٦٢، ١٨٦٣)

''یا اللہ! تیرے سوا کوئی معبود برحق اور مشکل کشا نہیں' تو ہر عیب سے پاک ہے' یقیناً میں ہی قصور وار ہوں۔''

(آپ نے فرمایا) اگر کوئی بھی مسلمان کسی معاملے میں اس دعا کے ساتھ اللہ کو پکارتا ہے تو وہ اس کی دعا ضرور قبول کر لیتا ہے۔''

ایک روایت میں مزید یہ الفاظ بھی ہیں کہ ''اے اللہ کے رسول کیا یہ دعا سیدنا یونس علیہ السلام کے لیے خاص تھی یا یہ سب مومنوں کے لیے عام ہے؟'' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے جواب میں فرمایا:

«أَلاَ تَسْمَعُ إِلَى قَوْلِ اللهِ عَزَّوَجَلَّ: ﴿ وَنَجَّيْنَـٰهُ مِنَ ٱلْغَمِّ ۚ وَكَذَٰلِكَ نُـۨجِى ٱلْمُؤْمِنِينَ ۝٨٨ ﴾ (الأنبياء٢١/ ٨٨ ـ المستدرك على الصحيحين للحاكم:١/ ٥٠٦، ح:١٨٦٥)

''کیا تم نے اللہ کا یہ فرمان نہیں سنا' اور ہم نے اس کو غم سے نجات دی' اسی طرح ہم مومنوں کو بھی نجات دیتے ہیں۔''

٦-چوپائے بھی دعا کرتے ہیں: ابوشماسہ بیان فرماتے ہیں:

«أَنَّ مُعَاوِيَةَ بْنَ خَدِيجٍ مَرَّ عَلٰى أَبِي ذَرٍّ وَهُوَ قَائِمٌ عِنْدَ فَرَسٍ لَّهُ ، فَسَأَلَهُ مَا تُعَالِجُ مِنْ فَرَسِكَ هٰذَا فَقَالَ: إِنِّي أَظُنُّ أَنَّ هٰذَا الْفَرَسَ قَدِ اسْتُجِيبَ لَهُ دَعْوَتُهُ قَالَ: وَمَا دُعَاءُ الْبَهِيمَةِ مِنَ الْبَهَائِمِ؟ قَالَ: وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ مَا مِنْ فَرَسٍ إِلاَّ وَهُوَ يَدْعُو كُلَّ سَحَرٍ فَيَقُولُ: اللّٰهُمَّ أَنْتَ خَوَّلْتَنِي عَبْدًا مِنْ عِبَادِكَ وَجَعَلْتَ رِزْقِي بِيَدِهِ فَاجْعَلْنِي أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ أَهْلِهِ وَمَالِهِ وَوَلَدِهِ»(مسند احمد: ٥/ ١٦٢)

''معاویہ بن خدیج رضی اللہ عنہ سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرے جبکہ وہ اپنے گھوڑے کے پاس کھڑے تھے' تو انہوں نے ان سے پوچھا' آپ اس گھوڑے کو کیا کھلا رہے ہیں' تو انہوں نے جواب دیا' میرا خیال ہے اس گھوڑے کی دعا سن لی گئی ہے' معاویہ نے پوچھا کسی چوپائے کی دعا کا کیا مطلب؟ انہوں نے کہا' اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے! ہر گھوڑا اسحر کے وقت دعا کرتا ہے: ''اے اللہ! تو نے اپنے بندوں میں سے ایک بندے کو میرا مالک بنا دیا ہے اور تو نے میری روزی اس کے ہاتھ میں رکھ دی ہے' پس تو مجھے اس کے لیے' اس کی بیوی بچوں اور اس کے مال و متاع سے بھی زیادہ پسندیدہ بنا دے۔''

سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ کے اس قول کی تائید میں ہمیں ایک حدیث بھی ملتی ہے جو انہی سے مروی ہے' اس کے الفاظ یہ ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«إِنَّهُ لَيْسَ مِنْ فَرَسٍ عَرَبِيٍّ إِلاَّ يُؤْذَنُ لَهُ مَعَ كُلِّ فَجْرٍ يَدْعُو بِدَعْوَتَيْنِ فَيَقُولُ: اَللّٰهُمَّ خَوَّلْتَنِي مَنْ خَوَّلْتَنِي مِنْ بَنِي آدَمَ فَاجْعَلْنِي مِنْ أَحَبِّ أَهْلِهِ وَمَالِهِ إِلَيْهِ، أَوْ أَحَبَّ أَهْلِهِ وَمَالِهِ إِلَيْهِ»(مسند أحمد: ٥/ ١٧٠)

''ہر عربی گھوڑے کو فجر کے وقت دو دعائیں مانگنے کی اجازت دی جاتی ہے' چنانچہ وہ کہتا ہے' اے اللہ! تو نے بنی آدم میں سے جسے چاہا میرا مالک بنا دیا' پس تو مجھے اس کے لیے اس کے گھر والوں اور اس کے مال ومتاع سے زیادہ محبوب بنا دے۔''

شاید اسی وجہ سے لوگ عربی گھوڑوں کا التزام اور اہتمام کرتے ہیں۔

<u>۷-رسول کی کسی دوسرے شخص کے لیے بددعا:</u> سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں:

«دَخَلَ عَلٰی رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ رَجُلَانِ، فَكَلَّمَاهُ بِشَيْءٍ لَاَ أَدْرِي مَا هُوَ فَأَغْضَبَاهُ، فَلَعَنَهُمَا وَسَبَّهُمَا، فَلَمَّا خَرَجَا قُلْتُ: يَارَسُولَ اللّٰهِ! مَنْ أَصَابَ مِنَ الْخَيْرِ شَيْئًا مَا أَصَابَهُ هٰذَانِ، قَالَ ﷺ: وَمَا ذَاكِ؟ قَالَتْ: قُلْتُ: لَعَنْتَهُمَا وَسَبَبْتَهُمَا، قَالَ: أَوَ مَا عَلِمْتِ مَا شَارَطْتُ عَلَيْهِ رَبِّي؟ قُلْتُ: اللّٰهُمَّ! إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ، فَأَيُّ الْمُسْلِمِينَ لَعَنْتُهُ أَوْ سَبَبْتُهُ فَاجْعَلْهُ زَكَاةً وَأَجْرًا»(صحيح مسلم، البر والصلة، باب من لعنه النبي ﷺ ... الخ، ح: ٢٦٠٠ ومسند أحمد: ٢/ ٣٩٠ مختصرًا)

''رسول اللہ ﷺ کے پاس دو آدمی آئے اور انہوں نے آپ سے کوئی بات کی' مجھے نہیں معلوم وہ کیا بات تھی۔ رسول اللہ ﷺ کو ان پر غصہ آ گیا' آپ نے ان پر لعنت کی اور انہیں برا بھلا کہا۔ جب وہ دونوں چلے گئے تو میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! لوگوں نے جو بھلائی پائی ہے یہ دونوں اس سے محروم رہے ہیں۔ نبی ﷺ نے فرمایا! یہ کیا کہہ رہی ہو؟ میں نے کہا' آپ نے ان دونوں پر لعنت کی اور انہیں برا بھلا کہا ہے۔ آپ نے فرمایا: کیا تمہیں معلوم نہیں میں نے اپنے رب کے ساتھ کیا بات طے کر رکھی ہے؟ میں نے کہا ہے کہ اے اللہ! میں ایک انسان ہوں' جس مسلمان پر میں لعنت کر دوں یا اسے برا بھلا کہہ بیٹھوں تو تو میرے اس کہنے کو اس کے لیے تزکیہ اور اجر بنا دے۔''

نواں باب

التوسُل

توسُل اور وسیلے کا مفہوم: توسل سے مراد مطلوب کا تقرب حاصل کرنا اور رغبت و شوق کے ساتھ اس تک پہنچنا ہے' جبکہ وسیلہ کے معنی قربت اور واسطے کے ہیں۔ توسل میں دعا کرنے والا شخص اس کا سہارا لیتا ہے' جسے وہ اپنے آپ سے افضل سمجھتا ہے اور اپنے آپ کو حقوق اللہ کی ادائیگی اور اللہ کی حرام کردہ چیزوں سے بچنے میں' اس سے کمتر سمجھتا ہے' کیونکہ اسے اپنی کوتاہیوں کا اعتراف ہوتا ہے۔ توسل اختیار کرنے سے اس کا مقصود یہ ہوتا ہے کہ اس کی دعا اپنی بہترین صورت میں جلد سے جلد پوری ہو جائے۔

توسل شرعی اور غیر شرعی: توسل چونکہ عبادات کے تحت آتا ہے' لہٰذا اس کی دو قسمیں ہیں۔ ایک قسم وہ جو شرعاً جائز اور درست ہے' کیونکہ اس کی تائید میں کتاب اللہ اور سنت صحیحہ کے دلائل موجود ہیں' جبکہ توسل کی دوسری قسم وہ ہے جس کی تائید میں کتاب اللہ اور سنت صحیحہ کے دلائل موجود نہیں ہیں۔

توسل کی پہلی قسم جو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ سے ثابت ہے' اس کی مزید آگے کئی اقسام ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے مشروع توسل کی ان اقسام کو اس لیے مقرر کیا ہے کہ اگر ہم اسے اختیار کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں اور قبولیت دعا کی باقی شرائط کو بھی پورا کرتے ہیں تو پھر یہ توسل اللہ تعالیٰ سے قبولیت دعا کا ضامن ہوگا۔

کتاب و سنت میں تحقیق و جستجو سے یہ معلوم ہوا ہے کہ توسل شرعی کی تین اقسام ہیں جو درج ذیل ہیں۔

۱- اللہ کے اسمائے حسنیٰ اور صفات علیا کو وسیلہ بنانا: اس توسل کی صورت یہ ہے کہ آدمی

اپنی دعا میں کہتا ہے کہ "اے اللہ! میں تجھ سے تیرے رحمٰن، رحیم، لطیف اور خبیر ہونے کے واسطے سے سوال کرتا ہوں کہ تو مجھے معاف کر دے۔ یا وہ یہ کہتا ہے کہ میں تجھ سے تیری اس رحمت کے واسطے سے سوال کرتا ہوں، جس نے ہر چیز کو گھیرا ہوا ہے کہ مجھ پر رحم فرما اور میری مغفرت کر دے۔ اس توسل کی ایک مثال یہ بھی ہے کہ آدمی کہے: اے اللہ! محمد ﷺ کے ساتھ تیری محبت کے واسطے سے میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ...... اس کی وجہ یہ ہے کہ محبت رب ذوالجلال کی صفات عالیہ میں سے ہے۔

توسل کی ان درج بالا صورتوں کے مشروع ہونے کی دلیل قرآن مجید کی یہ آیات ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَلِلَّهِ ٱلْأَسْمَآءُ ٱلْحُسْنَىٰ فَٱدْعُوهُ بِهَا ﴾ (الأعراف۷/ ۱۸۰)

"اور اللہ کے اچھے اچھے نام ہیں تو اس کو ان ناموں سے پکارو۔"

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ قُلِ ٱدْعُوا۟ ٱللَّهَ أَوِ ٱدْعُوا۟ ٱلرَّحْمَٰنَ أَيًّا مَّا تَدْعُوا۟ فَلَهُ ٱلْأَسْمَآءُ ٱلْحُسْنَىٰ ﴾ (الأسراء۱۷/ ۱۱۰)

"(اے نبی!) ان سے کہہ دو کہ تم (اللہ کو) اللہ (کے نام سے) پکارو یا رحمٰن (کے نام سے)، جس نام سے بھی پکارو اس کے سب نام اچھے ہیں۔"

سنت سے اس توسل کی تائید میں دلیل نبی ﷺ کا یہ فرمان ہے کہ جس آدمی کے غم زیادہ ہو جائیں اسے چاہیے کہ وہ یوں دعا کرے:

«اَللَّهُمَّ إِنِّي عَبْدُكَ وَابْنُ عَبْدِكَ وَابْنُ أَمَتِكَ نَاصِيَتِي بِيَدِكَ مَاضٍ فِيَّ حُكْمُكَ، عَدْلٌ فِيَّ قَضَاؤُكَ، أَسْأَلُكَ بِكُلِّ اسْمٍ هُوَ لَكَ سَمَّيْتَ بِهِ نَفْسَكَ، أَوْ عَلَّمْتَهُ أَحَدًا مِنْ خَلْقِكَ أَوْ أَنْزَلْتَهُ فِي كِتَابِكَ أَوِ اسْتَأْثَرْتَ بِهِ فِي عِلْمِ الْغَيْبِ عِنْدَكَ، أَنْ تَجْعَلَ الْقُرْآنَ رَبِيعَ قَلْبِي وَنُورَ صَدْرِي وَجَلَاءَ حُزْنِي،

وَذَهَابَ هَمِّي"(مسند أحمد: ۱/ ۳۹۱)

''اے اللہ! میں تیرا بندہ ہوں' تیرے بندے کا بیٹا ہوں اور تیری بندی کا بیٹا ہوں' میری پیشانی تیرے ہاتھ میں ہے' میرے وجود میں تیرا حکم چلتا ہے' میرے بارے میں تیرا جو فیصلہ بھی ہو سراسر عدل ہے' میں تجھ سے تیرے ان سب ناموں کے توسل سے سوال کرتا ہوں جو تو نے خود اپنے لیے رکھے ہیں' یا وہ نام جو تو نے اپنی مخلوق میں کسی کو سکھائے ہیں' یا وہ جو تو نے اپنی کتاب میں نازل کیے ہیں' یا وہ جنہیں تو نے علم غیب میں رکھنے کو ترجیح دی ہے' کہ تو قرآن مجید کو میرے دل کی بہار' میرے سینے کا نور' میرے دکھوں کو دور کرنے والا اور میری پریشانیوں کے ازالے کا ذریعہ بنا دے۔''

۲- نیک عمل کو وسیلہ بنانا: توسل کی اس صورت میں آدمی کہتا ہے کہ اے اللہ! میں تجھ پر اپنے ایمان کے واسطے سے سوال کرتا ہوں' تیرے ساتھ اپنی محبت کے توسل سے سوال کرتا ہوں اور تیرے رسول کی اتباع کے واسطے سے سوال کرتا ہوں کہ تو میری مغفرت کر دے۔ یا وہ کہتا ہے کہ اے اللہ! میں تجھ سے محمد ﷺ کے ساتھ محبت کے واسطے سے اور ان پر ایمان کے واسطے سے سوال کرتا ہوں کہ تو مجھے کشادگی عطا فرما۔ اس طریقہ توسل کے شرعی ہونے پر قرآن مجید کی درج ذیل آیات دلالت کرتی ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ ٱلَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَآ إِنَّنَآ ءَامَنَّا فَٱغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَقِنَا عَذَابَ ٱلنَّارِ ﴿١٦﴾ ﴾ (آل عمران۳/ ۱٦)

''یہ وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ اے ہمارے مالک! یقیناً ہم ایمان لائے چنانچہ تو ہمارے گناہ بخش دے اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا۔''

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ رَبَّنَآ ءَامَنَّا بِمَآ أَنزَلْتَ وَٱتَّبَعْنَا ٱلرَّسُولَ فَٱكْتُبْنَا مَعَ

الشّٰهِدِينَ ﴿۵۳﴾ (آل عمران ۳/ ۵۳)

''اے ہمارے مالک! جو (کتاب) تو نے نازل فرمائی ہے ہم اس پر ایمان لائے اور ہم نے تیرے رسول کی پیروی کی' پس تو ہمیں (حق کی) گواہی دینے والوں میں لکھ لے۔''

اور اسی طریقہ توسل کی دلیل میں غار والوں کا وہ قصہ بھی شامل ہے' جسے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے روایت کیا ہے۔ اس قصے کا خلاصہ یہ ہے کہ تین آدمی ایک سفر کے دوران میں بارش کی وجہ سے کسی غار میں داخل ہوئے تو غار کے منہ پر چٹان آ گری جس سے غار کا منہ بند ہو گیا۔ تو انہوں نے آپس میں کہا اس مشکل سے ہم کسی صورت نجات نہیں پا سکتے' مگر یہ کہ ہم اپنے نیک اعمال کا واسطہ دے کر اللہ تعالیٰ سے دعا کریں۔ چنانچہ انہوں نے نیک اعمال کا واسطہ دے کر دعا کی تو وہ چٹان غار کے منہ سے ہٹ گئی اور وہ غار سے نجات پا گئے۔ ①

۳- نیک آدمی کی دعا کو وسیلہ بنانا: اس کی صورت یہ ہے کہ کوئی آدمی تنگی میں گھر جاتا ہے' یا اس پر کوئی مصیبت آ جاتی ہے اور وہ اپنی کوتاہیوں کو بھی خوب جانتا ہے' تو پھر وہ اللہ کے حضور اپنی دعا کے لیے کسی قوی ذریعے کو اختیار کرتا ہے۔ چنانچہ وہ کسی ایسے آدمی کے پاس جاتا ہے' جس کے بارے میں وہ نیک اور متقی ہونے کا گمان رکھتا ہے' یا کتاب وسنت کے حوالے سے وہ اس کی فضیلت اور اس کے عمل کا قائل ہے۔ تو وہ اس سے اللہ تعالیٰ کی جناب میں دعا کرنے کے لیے کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی تکلیف کو دور کر دے اور اس کے غم ختم کر دے۔ یہ توسل کی تیسری مشروع صورت ہے۔ کتاب وسنت سے اس کا بھی جواز ملتا ہے اور شریعت نے اس کی طرف ہماری رہنمائی بھی کی ہے۔

حدیث شریف اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عمل سے اس کی کئی مثالیں ہمارے سامنے

---

① صحیح بخاری' احادیث الانبیاء' باب حدیث الغار' حدیث : 3465

آ ئی ہیں۔ان مثالوں میں سے ایک مثال وہ حدیث ہے جسے سیدنا انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ایک مرتبہ لوگوں پر قحط کی حالت طاری ہوئی' نبی صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن خطبہ دے رہے تھے کہ ایک دیہاتی نے کھڑے ہو کر کہا: اے اللہ کے رسول! قحط کی وجہ سے مال مویشی ہلاک ہو گئے اور گھر والے بھوکوں مرنے لگے' آپ اللہ تعالیٰ سے ہمارے لیے بارش کی دعا کریں۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کرنے کے لیے اپنے ہاتھ آسمان کی طرف بلند کیے' اس وقت آسمان پر بادل کا کوئی چھوٹا سا ٹکڑا بھی نہ تھا۔ مگر اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے آپ نے ابھی اپنے ہاتھوں کو نیچے نہیں کیا تھا کہ آسمان پر گہرے بادل چھا گئے اور آپ منبر سے اس حال میں اترے کہ بارش کے قطرے آپ کی ڈاڑھی مبارک سے ٹپک رہے تھے۔ اس دن خوب بارش ہوئی' دوسرے دن بارش ہوئی' تیسرے دن بھی بارش ہوئی حتی کہ اگلے جمعہ تک یہ سلسلہ جاری رہا۔

اس کے بعد وہی دیہاتی یا کوئی دوسرا آدمی اٹھا اور اس نے کہا: اے اللہ کے رسول! عمارتیں گر گئیں اور مال مویشی غرق ہو گئے' پس آپ اللہ تعالیٰ سے بارش کے بند ہونے کی دعا کریں' تو آپ نے دعا کے لیے اپنے ہاتھ بلند کیے اور کہا:

«اَللّٰهُمَّ حَوَالَيْنَا وَلاَ عَلَيْنَا فَمَا يُشِيرُ بِيَدِهِ إِلٰى نَاحِيَةٍ مِنَ السَّحَابِ إِلاَّ انْفَرَجَتْ وَصَارَتِ الْمَدِينَةُ مِثْلَ الْجَوْبَةِ وَسَالَ الْوَادِي، وَادِي قَنَاةُ شَهْرًا، وَلَمْ يَجِيءْ أَحَدٌ مِنْ نَاحِيَةٍ إِلاَّ حَدَّثَ بِالْجَوْدِ» (صحيح البخاري، الجمعة، باب الاستسقاء، في الخطبة يوم الجمعة، ح: ٩٣٣)

''اے اللہ! ہمارے اردگرد بارش برسا مگر ہم پر نہ برسا' پھر آپ اپنے ہاتھ سے جس طرف اشارہ فرماتے ادھر سے بادل ہٹ جاتا' آخر کار مدینہ تالاب کی طرح ہو گیا اور وادی قناۃ میں ایک ماہ تک پانی بہتا رہا اور اس علاقے کے کسی بھی

گوشے سے کوئی شخص آتا تو وہ بہت بارش ہونے کی خبر سناتا۔"

اور اسی توسل کی مثالوں میں سے وہ حدیث بھی ہے جسے سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے:

«أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ كَانَ إِذَا قُحِطُوا اسْتَسْقٰى بِالْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِالْمُطَّلِبِ فَقَالَ: اللّٰهُمَّ إِنَّا كُنَّا نَتَوَسَّلُ إِلَيْكَ بِنَبِيِّنَا فَتَسْقِينَا، وَإِنَّا نَتَوَسَّلُ إِلَيْكَ بِعَمِّ نَبِيِّنَا فَاسْقِنَا قَالَ: فَيُسْقَوْنَ» (صحيح البخاري، الاستسقاء، باب سؤال الناس الإمام الاستسقاء إذا قحطوا، ح:١٠١٠)

"سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی یہ عادت تھی کہ جب لوگ قحط سالی میں مبتلا ہوتے تو سیدنا عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ سے دعائے استسقاء کی اپیل کرتے اور کہتے: اے اللہ! ہم پہلے نبی ﷺ سے دعائے استسقاء کی اپیل کیا کرتے تھے، تو تو ہمیں سیرابی عطا فرما دیتا تھا۔ اب ہم تیرے نبی ﷺ کے چچا کے ذریعے بارش کی دعا کرتے ہیں، تو اب بھی رحم فرما کر بارش نازل فرما۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: پھر بارش برسنے لگتی۔"

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے اس قول 'پہلے ہم تیری طرف اپنے نبی کے ذریعے سے توسل اختیار کرتے تھے اور اب ہم ان کے چچا کے ذریعے سے توسل اختیار کرتے ہیں' کا مطلب یہ ہے کہ اس سے پہلے چونکہ نبی ﷺ زندہ تھے تو ہم ان سے کہتے تھے کہ وہ ہمارے لیے دعا کریں اور ہم ان کی دعا کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کرتے تھے۔ اب وہ تو رفیق اعلیٰ کے پاس چلے گئے اور ہمارے لیے ممکن نہیں کہ ہم ان سے دعا کے لیے کہیں اور ان کی دعا کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کریں۔ تو اب ہم اپنے نبی ﷺ کے چچا سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہوئے ہیں اور ان سے مطالبہ

کرتے ہیں کہ وہ ہمارے لیے دعا کریں۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی اس دعا کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہے کہ ''صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اللہ سے یہ دعا کیا کرتے تھے کہ اے اللہ! تو اپنے نبی کی جاہ (قدر ومنزلت) کی وجہ سے ہمیں سیراب کر اور پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد یہ کہنے لگے ہوں کہ اے اللہ! تو سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کی قدر ومنزلت کی وجہ سے ہمیں سیرابی عطا فرما۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہ طریقہ نہیں تھا' بلکہ اس طرح کی دعا بدعت ہے اور توسل غیر شرعی کی اقسام میں سے ہے کیونکہ قرآن وسنت میں اس کی کوئی بنیاد ہے' نہ سلف صالحین میں سے کسی نے اس طرح کی دعا کی ہے۔

پچھلے صفحات میں ہم مطالعہ کر چکے ہیں کہ شرعی توسل جس کی تائید میں کتاب وسنت کے دلائل موجود ہیں اور جس پر سلف صالحین کا عمل رہا ہے' وہ کیا ہے۔ یاد دہانی کے لیے ہم اس کی اقسام کو دوبارہ بیان کر دیتے ہیں۔

۱- اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ اور صفات علیا کو وسیلہ بنانا۔

۲- نیک عمل کو وسیلہ بنانا۔

۳- نیک آدمی کی دعا کو وسیلہ بنانا

❀ ❀ ❀

دسواں باب

دعا کی عدم قبولیت کے اسباب

اگر دعا قبول نہ ہو رہی ہو تو عدم قبولیت کے درج ذیل اسباب ہو سکتے ہیں۔

(الف) دعا کی قبولیت دنیا ہی میں ہو گی مگر ابھی نہیں بلکہ اس وقت ہو گی جب مناسب اور موزوں وقت ہو گا۔

(ب) یا وہ دعا دنیا میں قبول ہی نہیں ہو گی' بلکہ دنیا میں اس کا بدل ہی دیا جانا مقدر ہوتا ہے' جس کا ذکر حدیث میں آیا ہے کہ مطلوبہ دعا کی مثل شر کو آدمی سے دور کر دیا جاتا ہے۔ چنانچہ ممکن ہے کہ اس دعا کے عوض بھی یہی کیا گیا ہو۔ ظاہر ہے کہ اگر ایسا کیا گیا ہے تو یہ ہمارے ہی فائدے کے لیے ہے' کیونکہ انسان دعا میں یہی چاہتا ہے کہ اسے بھلائی ملے اور شر اس سے دور رہے۔ بہرحال' جب کبھی ہماری دعا کے عوض کوئی شر ہم سے دور کیا جاتا ہے تو ہم سمجھنے لگتے ہیں کہ ہمیں کوئی خیر میسر ہی نہیں آئی' حالانکہ خیر ساری کی ساری یہ نہیں ہوتی کہ بھلائی ہی ملے' بلکہ یہ بھی خیر ہی ہے کہ آدمی سے شر کو دور کر دیا جائے۔

اس صورت کی وضاحت کے لیے ایک مثال پر غور کریں' مثلاً ہمارا خیال ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کسی آدمی کو بیٹا دیتا ہے تو یہ سراسر خیر ہی ہے' وہ اپنے بیٹے کو دیکھ کر خوش ہو گا' اسے پالے پوسے گا' اس کی تربیت کرے گا اور وہ دنیا میں اس کے لیے اچھے انجام کا ذریعہ بنے گا اور اس کے نام کو باقی رکھنے کا باعث ہو گا۔ ہم یہ سب سوچ رہے ہوتے ہیں لیکن ہمارے دل میں اس کے برعکس کبھی یہ خیال پیدا نہیں ہوتا کہ یہی بیٹا ہمارے لیے وبال اور ایک عظیم مصیبت بھی بن سکتا ہے۔ دیکھئے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَأَمَّا ٱلْغُلَٰمُ فَكَانَ أَبَوَاهُ مُؤْمِنَيْنِ فَخَشِينَآ أَن يُرْهِقَهُمَا طُغْيَٰنًا وَكُفْرًا ﴿٨٠﴾ فَأَرَدْنَآ أَن يُبْدِلَهُمَا رَبُّهُمَا خَيْرًا مِّنْهُ زَكَوٰةً وَأَقْرَبَ رُحْمًا ﴿٨١﴾ ﴾ (الكهف١٨/ ٨٠۔٨١)

''اور جہاں تک اس لڑکے کا معاملہ ہے (جسے میں نے مار دیا تھا) تو اس کے ماں باپ مومن تھے، تو ہمیں خطرہ ہوا کہ یہ اپنی سرکشی اور اپنے کفر کی وجہ سے انہیں تنگ کرے گا، تو ہم نے چاہا کہ ان کا رب اس کے بدلے میں ان کو ایسی اولاد دے، جو اخلاق اور صلہ رحمی میں اس سے بہتر ہو۔''

بعض اوقات آدمی دعا میں اصرار کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے مال و دولت سے نوازے، لیکن اس کی یہ دعا قبول نہیں ہوتی۔ عین ممکن ہے کہ تونگری میں اس کی ہلاکت اور بربادی ہو، جبکہ فقر اور تنگی میں اس کی بھلائی اور اچھی زندگی مضمر ہو۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ خیر و شر دونوں نسبتی چیزیں ہیں، ہم نہیں جانتے کہ خیر کہاں ہے اور شر کہاں ہے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان اس بات کی تصدیق کرتا ہے:

﴿ فَعَسَىٰٓ أَن تَكْرَهُوا۟ شَيْـًٔا وَيَجْعَلَ ٱللَّهُ فِيهِ خَيْرًا كَثِيرًا ﴿١٩﴾ ﴾ (النساء٤/ ١٩)

''ممکن ہے کہ تم ایک چیز کو ناپسند کرو مگر اللہ اس میں تمہارے لیے بہت ہی بھلائی کر دے۔''

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَعَسَىٰٓ أَن تَكْرَهُوا۟ شَيْـًٔا وَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۖ وَعَسَىٰٓ أَن تُحِبُّوا۟ شَيْـًٔا وَهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ ۗ وَٱللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ﴿٢١٦﴾ ﴾

(البقرة٢/ ٢١٦)

''اور ممکن ہے کہ تم کسی چیز کو ناپسند کرو جبکہ وہی چیز تمہارے حق میں بہتر ہو اور یہ بھی ممکن کہ تم کسی چیز کو پسند کرو اور وہی چیز تمہارے حق میں بری ہو، حقیقی علم اللہ

ہی کو ہے اور تم محض بے خبر ہو۔"

ہم جانتے ہیں کہ یہ زندگی اور کائنات ان آفاقی قوانین اور ضوابط کے موافق چلتے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے وضع کیا ہے۔ اگر دعائیں مانگنے والوں کی سب دعائیں (من و عن دنیا میں) قبول ہو جائیں تو اس سے قدرتی امور میں عین ممکن ہے بگاڑ پیدا ہو جائے۔ اس کی وضاحت کے لیے ہم ایک مثال بیان کرتے ہیں۔ سب لوگوں کی عموماً یہ خواہش ہوتی ہے کہ وہ دولت مند ہو جائیں، اگر اللہ تعالیٰ سب لوگوں کی یہ خواہش پوری کر دے تو وہ اس کے نتیجے میں ایک دوسرے پر ظلم و زیادتی کرنے لگیں تو اس سے زندگی میں بگاڑ پیدا ہو جائے گا، کیونکہ اس صورت میں دنیا میں کوئی امیر و غریب، خادم و مخدوم اور سردار و رعیت باقی نہ رہیں گے، اس سے انسانی مصالح بگاڑ کا شکار ہو جائیں گے اور دنیا کا نظام نہیں چل سکے گا۔ یہ چیز دنیا میں اللہ سبحانہ کی جاری کردہ سنت کے خلاف ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ ۞ وَلَوْ بَسَطَ ٱللَّهُ ٱلرِّزْقَ لِعِبَادِهِۦ لَبَغَوْا۟ فِى ٱلْأَرْضِ وَلَٰكِن يُنَزِّلُ بِقَدَرٍ مَّا يَشَآءُ ۚ إِنَّهُۥ بِعِبَادِهِۦ خَبِيرٌۢ بَصِيرٌ ﴿٢٧﴾ ﴾ (الشوری ٤٢/ ٢٧)

"اگر اللہ اپنے بندوں کو کھلا رزق دے دیتا تو وہ زمین میں سرکشی کا طوفان برپا کر دیتے، لیکن وہ ایک حساب کے مطابق جتنا کہ وہ چاہتا ہے نازل فرماتا ہے۔ یقیناً وہ اپنے بندوں سے باخبر ہے اور ان پر نگاہ رکھتا ہے۔"

اور ارشاد الٰہی ہے:

﴿ نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُم مَّعِيشَتَهُمْ فِى ٱلْحَيَوٰةِ ٱلدُّنْيَا ۚ وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَٰتٍ لِّيَتَّخِذَ بَعْضُهُم بَعْضًا سُخْرِيًّا ۗ ﴾ (الزخرف ٤٣/ ٣٢)

"ہم ہی نے دنیاوی زندگی میں ان کے مابین ان کی روزی تقسیم کی ہے اور ان میں سے بعض کے درجات (مرتبہ و حیثیت) بعض پر بلند کیے ہیں تاکہ وہ ایک دوسرے سے خدمت لے سکیں۔"

(ج) دعا کی عدمِ قبولیت کی آخری وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ وہ دعا اس لیے رد کر دی گئی ہو کہ اس میں قبولیتِ دعا کی شرائط مکمل نہیں تھی اور قبولیت دعا کی شرائط مختصراً درج ذیل ہیں۔

۱- اخلاص ۲- جلدی نہ کرنا ۳- خیر و بھلائی کی دعا کرنا

۴- حضورِ دل ۵- رزقِ حلال

<u>عدمِ قبولیت میں حکمت:</u> اس ضمن میں ابن جوزی رحمہ اللہ کی وہ گفتگو نہایت مفید ہے' جو انہوں نے اپنے نفس کو مخاطب کر کے نہایت عمدہ طریقے سے عتاب کیا ہے۔

وہ فرماتے ہیں' میں مصائب میں گھر گیا تو میں نے خوب دعا کی' میں چاہتا تھا کہ مصائب دور ہو جائیں' حالات اچھے ہو جائیں اور مجھے راحت میسر آ جائے' لیکن دعا قبول ہونے میں تاخیر ہو گئی تو میرا دل اس کیفیت سے گھبرا گیا اور بہت زیادہ پریشان ہو گیا تو میں نے اسے مخاطب ہو کر کہا:

تجھ پر بڑا افسوس ہے' تو غلام ہے یا مالک ہے؟ تو تدبیر کرنے والا ہے یا تجھ پر کوئی اور مدبر ہے؟ کیا تجھے معلوم نہیں کہ یہ دنیا تو امتحان گاہ اور آزمائش کی جگہ ہے؟ اگر تیری ساری اغراض اور مطلوبہ چیزیں پوری ہو جائیں اور اپنی مرضی کے خلاف کچھ برداشت بھی نہ کرے تو یہ امتحان اور آزمائش نہ رہی؟ آزمائش تو مقاصد اور ارادوں کے بالعکس صورتِ حال ہی میں ہوتی ہے۔ پس تو تکالیف اور پابندی کے معنی سمجھ لے تو تجھ پر گراں معاملہ ہلکا ہو جائے گا اور دشوار صورتِ حال آسان ہو جائے گی۔

جب میرے نفس نے اس پر غور کیا جو میں نے کہا تھا تو وہ کچھ پُرسکون ہو گیا۔

پھر میں نے اس سے کہا' میرے پاس تیرے سوال کا ایک اور جواب بھی ہے اور وہ یہ کہ تو اللہ تعالیٰ سے اپنے ارادوں اور اپنی خواہشات کے پورا ہونے کا تقاضا تو کرتا ہے لیکن اپنے آپ سے یہ تقاضا نہیں کرتا کہ اللہ تعالیٰ کے عائد کردہ فرائض کو بجا لائے۔ یہ

رویہ تو جاہلانہ اور سراسر نامنصفانہ ہے' حالانکہ بات تو اس کے برعکس ہونی چاہیے تھی' کیونکہ تو غلام ہے اور عقل مند غلام اپنے آقا کے حقوق کو ادا کرنے کا تقاضا کرتا ہے' اور وہ مالک سے یہ تقاضا نہیں کرتا کہ وہ اس کی تمام خواہشات کو پورا کرے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ مالک اس کی خواہشات کو پورا کرنے کا پابند نہیں ہے۔

تو میں نے دیکھا کہ میرا نفس اور پُرسکون ہوگیا۔

پھر میں نے اس سے کہا کہ میرے پاس تیرے سوال کا تیسرا جواب بھی ہے کہ تو نے خود قبولیت کو تاخیر میں ڈال دیا ہے' تو نے اپنے گناہوں سے دعاؤں کی قبولیت کا راستہ روک رکھا ہے' اگر تو یہ راستہ کھول دے تو دعائیں جلد قبول ہو جائیں۔ شاید تجھے معلوم ہی نہیں کہ راحت اللہ تعالیٰ کے تقویٰ کے سبب سے نصیب ہوتی ہے' کیا تو نے اللہ تعالیٰ کا یہ قول نہیں سنا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَمَن يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَل لَّهُ مَخْرَجًا ۝ وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ﴾

(الطلاق ٦٥/ ٢-٣)

''جو شخص اللہ سے ڈرے گا اللہ اس کے لیے مشکلات سے نکلنے کی راہ پیدا کر دے گا اور اسے ایسی جگہ سے روزی دیتا ہے جس کا اسے وہم و گمان بھی نہ ہو۔''

اور فرمایا:

﴿ يَجْعَل لَّهُ مِنْ أَمْرِهِ يُسْرًا ۝ ﴾ (الطلاق ٦٥/ ٤)

''اور اللہ اس کے لیے اس کے معاملے میں آسانی پیدا کر دیتا ہے۔''

اے نفس! کیا یہ بات تیری سمجھ میں نہیں آئی کہ عکس کا نتیجہ برعکس ہی ہوتا ہے۔ افسوس ہے' کہ انسان کا خواب غفلت میں مدہوش ہونا' اس کی تمناؤں کی کھیتی تک پہنچنے کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔ تو یہ بات سن کر میرے نفس کو معلوم ہوگیا کہ یہ بات حق ہے اور وہ پہلے سے بھی زیادہ مطمئن ہوگیا۔

پھر میں نے اس سے کہا کہ میرے پاس تیرے سوال کا چوتھا جواب بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ تو وہ چیز طلب کر رہا ہے جس کے انجام کو تو نہیں جانتا' ہوسکتا ہے کہ اس میں تیرے لیے نقصان پوشیدہ ہو۔ تیری مثال تو بخار میں مبتلا اس بچے کی سی ہے جو مٹھائی مانگ رہا ہو۔ تیرے معاملات کی تدبیر کرنے والا ہی اس چیز سے واقف ہے جو تیرے لیے موزوں ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَعَسَىٰٓ أَن تَكْرَهُوا۟ شَيْـًٔا وَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ﴾ (البقرۃ۲/ ۲۱۶)

''ممکن ہے کہ وہ چیز جسے تم ناپسند کرو وہ تمہارے لیے بہتر ہو۔''

میرے نفس کو یہ جواب درست محسوس ہوئے' چنانچہ اس کا اطمینان مزید بڑھ گیا۔

پھر میں نے اس سے کہا کہ میرے پاس تیرے سوال کا پانچواں جواب بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ یہ مطلوب اور مقصود تیرے اجر کو گھٹانے اور تیرے مرتبے کو کم کرنے کا باعث ہے' لہٰذا اللہ تعالیٰ نے تجھ پر فضل کرتے ہوئے تیرے اس مطلوب و مقصود کا راستہ روک دیا ہے۔ اگر تو نے وہ مانگا ہوتا جو تیری آخرت کو سنوارنے کا باعث تھا تو یہ تیرے لیے بہتر ہوتا' پس تیرے لیے یہی موزوں ہے کہ جو کچھ میں نے بیان کیا تو اسے سمجھ جا۔

میری یہ باتیں سن کر اس نے کہا میں نے تمہاری باتوں پر غور کیا ہے' میں چونکہ سمجھنے کا خواہاں تھا اس لیے میں نے انہیں سمجھ لیا ہے۔ [1]

---

[1] صید الخاطر' 291/2

❀❀❀

گیارہواں باب

دعا کی بدعات

اس باب میں ہم دعا کی بدعات کا ذکر کریں گے' جن کی تائید میں کتاب وسنت کی کوئی دلیل موجود نہیں' ہمارا ان بدعات کو بیان کرنا اس آرزو پر مبنی ہے کہ اسلامی شعائر تمام شائبوں سے پاک رہیں اور جو لوگ ان بدعات میں بالفعل واقع ہو چکے ہیں' یا واقع ہونے کی قریب ہیں ان تمام بدعات سے احتراز کریں۔

دعا سے فارغ ہونے کے بعد چہرے پر ہاتھ پھیرنا: دعا کے بعد ہاتھوں کو چہرے پر پھیرنا بدعت ہے' کیونکہ اس کے حق میں نبی کریم ﷺ سے کوئی چیز ثابت نہیں ہے۔ اس ضمن میں علماء نے جو تحقیق کی ہے وہ درج ذیل ہے۔ شیخ البانی رحمہ اللہ درج ذیل حدیث:

«فَإِذَا فَرَغْتُمْ فَامْسَحُوا بِهَا وُجُوهَكُمْ» (سنن أبي داود، الوتر، الدعاء، ح: ١٤٨٥)

''جب تم دعا سے فارغ ہو جاؤ تو اپنے ہاتھوں کو اپنے چہروں پر پھیر لو۔''

کے بارے میں کہتے ہیں کہ اسے امام ابوداود' عبداللہ بن یعقوب بن اسحاق سے روایت کرتے ہیں اور وہ اسے اس (نامعلوم) شخص سے نقل کرتے ہیں جس نے اسے محمد بن کعب القرظی سے روایت کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ انہیں عبداللہ بن عباس نے بیان فرمایا' اور پھر امام ابوداود خود ہی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث محمد بن کعب سے کئی سندوں سے مروی ہے لیکن اس کے سارے طرق واہی (کمزور) ہیں۔ یہ (مذکورہ بالا) سند باقی تمام سندوں کی بنسبت بہتر ہے اور یہ بھی ضعیف ہے۔

میں (البانی) کہتا ہوں کہ اس حدیث میں جو علت پائی جاتی ہے وہ وہ آدمی ہے

جس کا نام نہیں لیا گیا بلکہ اسے ((عَمَّن حدَّثَهُ)) سے بیان کیا گیا ہے۔ اگرچہ ابن ماجہ وغیرہ نے اس آدمی کا نام صالح بن حسان بیان کیا ہے' جیسا کہ میں نے مشکوٰۃ پر اپنے حواشی میں اس کا ذکر کیا ہے کہ یہ آدمی بھی سخت ضعیف ہے۔

اس تحقیق کی بنا پر دعا کے بعد منہ پر ہاتھ پھیرنے کا یہ اضافہ منکر ہے اور اس کے حق میں تا حال مجھے کوئی شاہد بھی نہیں ملا اور شاید یہی وجہ ہے کہ العز بن عبدالسلام نے کہا ہے کہ ''کوئی جاہل ہی (دعا کے بعد) اپنے چہرے پر ہاتھ پھیرتا ہے۔''

پس علامہ مناوی کا اس پر اعتراض درست نہیں ہے اور ہو بھی کیسے سکتا ہے کیونکہ یہ اضافہ اگر معمولی ضعیف ہوتا تب بھی اس پر عمل جائز نہیں تھا' کیونکہ یہ اضافہ ایک حکم شرعی کو متضمن ہے اور وہ حکم شرعی مسح مذکور کا استحباب ہے پس یہ استحباب کیسے قبول کیا جا سکتا ہے جبکہ یہ اضافہ بہت ہی ضعیف ہے۔ [1]

---

[1] دعا کے بعد منہ پر ہاتھ پھیرنا بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور سلف صالحین سے ثابت ہے' اس لیے اس عمل کو بدعت کہنا درست نہیں کیونکہ امام بخاری نے الادب المفرد میں ابونعیم سے موقوفاً صحیح سند سے نقل کیا ہے: ((قَالَ: رَأَيْتُ ابْنَ عُمَرَ وَ ابْنَ الزُّبَيْرِ يَدْعُوَانِ يُدِيْرَانِ بِالرَّاحَتَيْنِ عَلَى الْوَجْهِ)) (الادب المفرد' باب رفع الأيدی فی الدعاء' حديث : ٦٠٩) ''ابونعیم فرماتے ہیں کہ میں نے ابن عمر اور ابن زبیر رضی اللہ عنہما دونوں حضرات کو دعا کرتے ہوئے اور اپنی ہتھیلیوں کو چہرے پر پھیرتے ہوئے دیکھا۔''

اس مسئلہ کی بابت امام طبرانی نے یزید بن سعید الکندی کی روایات سے ایک روایت نقل کی ہے' اس کے بارے میں حافظ ابن حجر اپنی کتاب الامالی میں رقم طراز ہیں: اس کی سند میں ایک راوی ابن لہیعہ ضعیف ہے اور اس کا استاد غیر معروف' لیکن اس حدیث کے مؤید شاہد موجود ہیں' جن سے ثابت ہوتا ہے کہ اس حدیث کی کچھ بنیاد ہے۔ نیز حضرت حسن بصری سے بھی باسناد حسن اس کی تائید مروی ہے۔ اس کلام سے ان لوگوں کا رد ہوتا ہے جو اس عمل کو بدعت قرار دیتے ہیں۔ (تفصیل کے لیے دیکھیں: العلل' ٢/٣٥٧) مندرجہ بالا گزارشات سے ثابت ہوا کہ اس مسئلہ میں بہت سی ضعیف روایات مروی ہیں' تاہم یہ عمل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بھی صحیح سندوں سے ثابت ہے' لہٰذا اسے بدعت کہنا درست نہیں زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ مسنون نہیں ہے۔

دونوں انگوٹھوں کو چومنا اور پھر آنکھوں پر پھیرنا: یہ عمل بھی ایک صریح بدعت ہے۔ خیرالدین وائلی کہتے ہیں صوفی ابوالعباس بن ابی بکر الرداد الیمانی اپنی کتاب "موجبات الرحمة و عزائم المغفرة" میں مجہول راویوں اور منقطع سند کے ساتھ حضرت خضر علیہ السلام سے بیان کرتے ہیں کہ جس نے موذن کو "اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰه" کہتے ہوئے سن کر یہ کہا کہ "مرحبا، میرے محبوب اور آنکھوں کی ٹھنڈک محمد بن عبداللہ ﷺ" پھر اس نے اپنے دونوں انگوٹھوں کو چوم لیا اور انہیں اپنی آنکھوں پر لگایا تو اس کی آنکھیں کبھی نہیں دکھیں گی۔ پھر انہوں نے ایک اور حدیث بھی پیش کی ہے امام سخاوی (المقاصد الحسنه، ص:۳۸۴ میں) ان دونوں حدیثوں کو بیان کرنے کے بعد کہتے ہیں کہ ان میں سے کوئی چیز بھی مرفوع (یعنی نبی ﷺ سے) ثابت نہیں۔ میں (خیرالدین) کہتا ہوں کہ جو موذن کو "اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰه" کہتے ہوئے سن کر انگوٹھے چوم کر آنکھوں پر لگاتے ہیں ان کی دلیل یہی حدیث ہے لیکن یہ حدیث کمزور اور سخت ضعیف ہے۔

اجتماعی دعا: کسی وبا یا مصیبت کو دور کرنے کے لیے مسجد میں اکٹھے ہو کر اجتماعی دعا کرنے کا طریقہ بھی بدعت ہے۔ کیونکہ یہ چیز نہ نبی ﷺ سے ثابت ہے اور نہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہاں اس طرح کی کوئی چیز پائی جاتی تھی۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ایک دفعہ طاعون پھیلا تھا۔ اس وقت کثیر تعداد میں اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم موجود تھے، لیکن ان میں سے کسی سے بھی اس طرح کی کوئی بات منقول نہیں کہ انہوں نے یہ عمل کیا یا اس کا حکم دیا تھا۔

دعا کے دوران میں ہاتھ سینے سے لگا لینا: یہ عمل بھی سنت کے خلاف ہے کیونکہ ہم یہ پڑھ چکے ہیں کہ نبی ﷺ دعا کے لیے ہاتھوں کو آسمان کی طرف اٹھایا کرتے تھے۔

نبی ﷺ کے مقام و مرتبہ کا توسل اختیار کرنا: جو لوگ نبی ﷺ کی جاہ (قدر و منزلت) کا توسل اختیار کرتے ہیں ان کی دلیل یہ حدیث ہے:

«تَوَسَّلُوا بِجَاهِي فَإِنَّ جَاهِيَ عِنْدَاللهِ عَظِيمٌ»
''میری قدر ومنزلت کا توسل اختیار کیا کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ہاں میری قدر و منزلت بہت بڑی ہے۔''

یہ روایت باطل ہے اور اس کی کوئی بنیاد نہیں ہے اور یہ روایت کسی کتاب میں نہیں پائی جاتی۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ "القاعدة الجليلة" ''میں کہتے ہیں' باوجودیکہ نبی ﷺ کا مقام ومرتبہ سب نبیوں کے مقام ومرتبہ سے زیادہ ہے۔ لیکن بات یہ ہے کہ مخلوق کی قدر ومنزلت خواہ کتنی ہی بڑی ہو خالق کے ہاں اس طرح کی حیثیت نہیں رکھتی جیسی حیثیت وہ مخلوق کے ہاں رکھتی ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ہاں تو کوئی شفاعت نہیں کر سکتا مگر اس کی اجازت سے جبکہ ایک مخلوق دوسری کے ہاں اس کے اذن کے بغیر بھی شفاعت کر سکتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ حصول مطلوب میں اس کی شریک ہے اور اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک ہے ہی نہیں۔ جیسا کہ ارشاد باری ہے:

﴿ قُلِ ادْعُوا الَّذِينَ زَعَمْتُم مِّن دُونِ اللَّهِ لَا يَمْلِكُونَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمَاوَاتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِيهِمَا مِن شِرْكٍ وَمَا لَهُ مِنْهُم مِّن ظَهِيرٍ ﴿٢٢﴾ وَلَا تَنفَعُ الشَّفَاعَةُ عِندَهُ إِلَّا لِمَنْ أَذِنَ لَهُ ﴾ (سبا ٣٤/ ٢٢-٢٣)

''(اے نبی' ان مشرکوں سے) کہو! پکار کر دیکھو تم انہیں' جن کو تم اللہ کے سوا اپنا معبود سمجھتے ہو۔ وہ آسمانوں اور زمین میں کسی چیز کے ذرہ بھر مالک ہیں' نہ ان کی آسمانوں اور زمین میں کوئی شرکت ہے اور نہ ان (مزعومہ) شریکوں میں سے کوئی اللہ کا مددگار ہے۔ اور نہ اللہ کے ہاں شفاعت کوئی نفع دے سکتی ہے مگر اسے جس کے لیے وہ اجازت دے دے۔''

<u>اقامت کے وقت ''أَقَامَهَا اللّٰهُ وَ أَدَامَهَا'' کہنا:</u> یہ لوگوں کا وہ قول ہے جو مؤذن کے

''قَدْقَامَتِ الصَّلاۃ '' کہنے کے بعد بولتے ہیں۔اس معاملے میں جو روایت بیان کی جاتی ہے وہ ضعیف ہے' صحیح نہیں ہے۔لہٰذا اسے ترک کرنا اور اس پر عمل نہ کرنا واجب ہے۔

محمد قشیری کہتے ہیں (یہ روایت کہ سیدنا بلال نے "قد قامت الصلاۃ " کہا' تو نبی ﷺ نے فرمایا (اقامها الله و ادامها) ''اللہ اس نماز کو قائم اور دائم رکھے'' تو اسے ابوداود نے اپنی سنن میں شہر بن حوشب سے روایت کیا ہے اور ابن السنی نے بھی اسے شہر بن حوشب ہی سے روایت کیا ہے۔ یہ راوی محدثین کے ایک گروہ کے ہاں ضعیف ہے اور دوسرے کے ہاں متروک ہے۔

میزان الاعتدال میں امام ذہبی فرماتے ہیں' شہر بن حوشب ان راویوں میں سے ہے جس (کی حدیث) سے دلیل نہیں لی جاتی اور نہ اس کی حدیث کو دین کی بنیاد بنایا جاسکتا ہے' البتہ کچھ اور لوگوں نے اس کو ثقہ راوی بھی شمار کیا ہے۔

<u>باطل دعویٰ (حَسْبِی مِنْ سُؤالِی عِلْمُهُ بِحَالِی)</u> : یہ ایک باطل دعویٰ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا میرے حال کو جاننا میرے سوال کو کفایت کرتا ہے۔ یہ دراصل دعا کرنے سے اعراض ہے' اس میں اس بات پر بھروسہ کرنے کی تعلیم ہے کہ اللہ تعالیٰ چونکہ اپنے بندے کے حال و احوال سے واقف ہے لہٰذا اس کے جاننے پر اعتماد کرو' تمہیں خود کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔ پس ان لوگوں کا باطل نظریہ ہے کہ دعا کرنے والا تو اللہ تعالیٰ پر اتہام (بے خبری وغفلت کی تہمت) کرتا ہے۔ اور یہ ان لوگوں کی ایک بڑی گمراہی ہے' کیونکہ انبیاء علیہم السلام نے دعائیں مانگی ہیں' کیا وہ اللہ تعالیٰ پر (اس کے بے خبر ہونے کی) تہمت لگانے والے تھے' انہوں نے اللہ تعالیٰ سے بہت سے سوال کیے اور بہت سی دعائیں مانگی ہیں۔ یہ باطل دعویٰ دراصل صوفیوں نے ایک ایسی روایت سے کیا ہے جس کی کوئی بنیاد نہیں ہے۔ وہ اسے ابراہیم علیہ السلام سے منسوب کرتے ہیں' حالانکہ یہ اسرائیلی روایات میں سے ہے اور یہ بالکل بے بنیاد ہے۔ امام بغوی رحمہ اللہ نے اسے سورۂ انبیاء کی تفسیر میں

بیان کیا ہے اور اس کے ضعف کی طرف بھی اشارہ کیا ہے۔ چنانچہ انہوں نے کعب الاحبار سے روایت کیا ہے' جب ابراہیم علیہ السلام کو منجنیق میں ڈال کر آگ میں پھینکا جانے لگا تو جبریل ان کے پاس آئے اور ان سے کہا کہ اے ابراہیم! آپ کی کوئی ضرورت ہے؟ انہوں نے فرمایا: جہاں تک تیری ذات کا تعلق ہے' تو تجھ سے مجھے کوئی کام نہیں ہے۔ جبریل نے کہا' آپ اپنے رب سے سوال کیجئے' تو انہوں نے جواب دیا' میرا رب میرے حال کو جانتا ہے' لہٰذا مجھے سوال کرنے اور دعا کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔

اس طرح کی خرافات بیان کرنے والوں کو نبی کریم ﷺ کی درج ذیل حدیث منہ توڑ جواب دیتی ہے۔ آپ نے فرمایا:

«سَلُوا اللهَ كُلَّ شَيْءٍ حَتَّى الشِّسْعَ، فَإِنَّ اللهَ عَزَّوَجَلَّ إِنْ لَّمْ يُيَسِّرْهُ لَمْ يَتَيَسَّرْ»(مسند أبي يعلى:٨/ ٤٥، ح:٤٥٦٠ ومجمع الزوائد: ١٠/ ١٥٠)

''ہر چیز اللہ ہی سے مانگو یہاں تک کہ جوتی کا تسمہ بھی' کیونکہ اگر اللہ تعالیٰ کسی چیز کو مہیا نہ کرے تو وہ نہیں مل سکتی۔''

خـــاتمـــہ

آخر میں ہم اس دعا پر کتاب کا اختتام کرتے ہیں:

«اَللّٰهُمَّ! أَنْتَ رَبِّي لاَ إِلٰهَ إِلاَّ أَنْتَ، خَلَقْتَنِي وَأَنَا عَبْدُكَ، وَأَنَا عَلٰى عَهْدِكَ وَوَعْدِكَ مَا اسْتَطَعْتُ، أَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ، أَبُوءُ لَكَ بِنِعْمَتِكَ عَلَيَّ، وَأَبُوءُ بِذَنْبِي، فَاغْفِرْ لِي، إِنَّهُ لاَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلاَّ أَنْتَ»(صحيح البخاري، الدعوات، باب أفضل الاستغفار، ح:٦٣٠٦)

''اے اللہ! تو ہی میرا رب ہے' تیرے سوا کوئی الٰہ نہیں' تو نے مجھے پیدا کیا اور میں تیرا بندہ ہوں اور میں اپنی ہمت کی حد تک تیرے عہد اور تیرے وعدے پر کھڑا ہوں' میں تیری پناہ چاہتا ہوں اس برائی سے جو میں نے کی ہے اور اپنے اوپر تیری نعمتوں کا اقرار کرتا ہوں اور اپنے گناہوں کو تسلیم کرتا ہوں۔ پس تو میری مغفرت کر دے۔ تیرے سوا کوئی گناہوں کو نہیں بخش سکتا۔''

میں اس موقع پر آپ کو نبی کریم ﷺ کی وہ حدیث یاد دلاتا ہوں جس میں آپ نے فرمایا ہے:

«دَعْوَةُ الْمَرْءِ الْمُسْلِمِ لأَخِيهِ بِظَهْرِ الْغَيْبِ مُسْتَجَابَةٌ»(صحيح مسلم، الذكر والدعاء، باب فضل الدعاء للمسلمين بظهر الغيب، ح:٢٧٣٣)

''مسلمان کی وہ دعا جو اپنے بھائی کی عدم موجودگی میں اس کے لیے کرتا ہے مقبول ہوتی ہے۔''

لہٰذا میں آپ کے لیے دعا کروں گا اور آپ میرے لیے دعا کریں۔

Dua Ki Qabooliat

